بناپاتے ہیں اگر جیسے تیسے بنا بھی لیتے ہیں تو منھ تک لے جانے میں آدھا گرادیتے ہیں بعض بچے پانچ سال تک کی عمر ہو جانے تک کھانا خود نہیں کھاپاتے ہیں، چائے یا دودھ کی پیالی ٹھیک سے نہیں پکڑ پاتے ہیں اسے اپنے اوپر گرالیتے ہیں۔ اس کے لئے والدین کو تھوڑی محنت کرنا ہوگی۔

بعض والدین بچوں کے کھانے کے معاملہ میں بہت لاپرواہ ہوتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ بچے خود سے کھاتے ہیں اور اسی طرح پلتے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے بچے کبھی نہ کبھی تو کھانا سیکھ ہی جائیں گے لیکن والدین کی لاپرواہی سے بچوں کو کھانے کا صحیح سلیقہ نہیں آپائے گا۔

عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ جب بچے کھانا کھانے بیٹھتے ہیں تو دسترخوان پر جتنی روٹیاں ہوتی ہیں سب کے ٹکڑے کرڈالتے ہیں۔ سالن کا چمچہ دال میں دال کا چمچہ کسی میٹھی چیز میں ڈالتے ہیں۔ چاولوں کا کھیت بودیتے ہیں اور جتنی چیزیں دسترخوان پر ہوتی ہیں وہ سب لے لے کر اپنی پلیٹ میں جمع کرلیتے ہیں لیکن آدھے کا تہائی کھا کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ ایک تو بدتمیزی ہے دوسرے اناج کی کھلم کھلا بربادی ہے۔ لیکن اس کے ذمہ دار بچے نہیں بلکہ بڑے ہیں۔ ہم شروع سے جس طریقہ سے بچوں کو کھانا کھلائیں گے بچے ویسے ہی کھائیں گے۔

بہت سے بچوں کو کانٹے اور چمچہ سے کھانا کھانے کی عادت ہوتی ہے۔ کانٹے چمچے سے کھانا بری بات نہیں ہے، لیکن اس کا عادی ہونا البتہ بری بات ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ چمچے سے کھانے والے بچے ہاتھ سے بالکل نہیں کھا پاتے ہیں۔ جتنا گراتے ہیں اس کا آدھا پیٹ میں جاتا ہے۔ بعض مرتبہ کسی ایسے کے گھر جانا ہوتا ہے جہاں اس کا بالکل رواج نہیں ہے۔ وہاں بچوں کو بڑی پریشانی اٹھانا پڑتی ہے۔ اس لئے کہ بچوں کو ہاتھ اور چمچے دونوں ہی سے کھانے کی عادت ڈالیں تو بہتر ہے۔

اس کے علاوہ بچوں میں ایک بات اور ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ کھانے کے وقت شور بہت مچاتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ روٹی چاہئے کوئی چاول کا طالب ہے اور کوئی دال کا خواستگار ہے اس کے علاوہ آپس میں لڑتے ہیں شکایتیں بھی کرتے جاتے ہیں کہ فلاں نے میرے آگے سے روٹی اٹھائی غرض اسی طرح کا شور غل مچا رہتا ہے اس سے بھی بچوں کو روکیں اور خاموشی سے بچوں کو کھانا کھانے کی عادت ڈالیں۔ بچوں سے کہیں کہ اچھے بچے چپ چاپ کھانا کھاتے ہیں۔ جنگلیوں کی طرح شور نہیں مچاتے ہیں اگر کھانے کے وقت والدین خود بیٹھ کر اپنے سامنے کھانا کھلائیں اور شور مچانے سے روکیں تو بچے خاموش بیٹھ کر کھانا کھانے کے عادی ہو جائیں گے۔

●●

نعت

مولانا محمد ثانی حسنیؒ

وہ شافع مدینہ ہیں، ہوں لاکھوں سلام ان پر
ہر دل کا سکینہ ہیں، ہوں لاکھوں سلام ان پر

وہ شافع محشر ہیں، وہ ساقی کوثر ہیں
نازمہ واختر ہیں، ہوں لاکھوں سلام ان پر

سرکار دوعالم ہیں، ہر ایک کے ہمدم ہیں
وہ نازشِ آدم ہیں، ہوں لاکھوں سلام ان پر

ہر ایک غلام ان کا، عالی ہے مقام ان کا
ہر لب پہ ہے نام ان کا، لاکھوں سلام ان پر

وہ اعظم وافضل ہیں، وہ اکرم واکمل ہیں
وہ احسن واجمل ہیں، ہوں لاکھوں سلام ان پر

●●

LW/NP – 184 **RIZWAN** R.N. 2416 /57
172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226 018.
Ph. 270406

حدیث کی مشہور کتاب

ریاض الصالحین

کا سلیس و شگفتہ اردو ترجمہ

جس میں وہ روایات ہیں جو فضائل اعمال، اخلاق، اصلاح و تہذیب اور زندگی کے روزمرہ احکام و مسائل سے تعلق رکھتی ہیں

مقدمہ
علامہ سید سلیمان ندوی

زادِ سفر

یہ کتاب
بہترین مصلح مربی اور مرشد کا کام کرتی ہے
ہر عنوان کے نیچے قرآن مجید کی آیات مع ترجمہ پھر
احادیث میں ذیلی عنوانات جگہ جگہ موضوع کی ہدایت
کرتے ہیں۔ بہترین کتابت
فوٹو آفسیٹ کی طباعت

مترجمہ
محترمہ امۃ اللہ تسنیم (مرحومہ)

قیمت حصہ اول / روپے۔ قیمت حصہ دوم روپے

مکتبہ اسلام ۱۷۲/۵۴ محمد علی لین گوئن روڈ، لکھنؤ ۲۲۶۰۱۸

بیادگار حضرت مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ

رضوان

لکھنؤ

جلد ۴۶ اگست ۲۰۰۲ء شمارہ ۸

ایڈیٹر

محمد حمزہ حسنی

معاونین

- اُمامہ حسنی
- میمونہ حسنی
- اسحاق حسینی
- جعفر مسعود حسنی

سالانہ چندہ

برائے ہندوستان : ۱۰۰/روپے

غیر ملکی ہوائی ڈاک : ۲۵/امریکی ڈالر

فی شمارہ : ۹/روپے

ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیں

ماہنامہ رضوان ۲/۵۴-۱۷/۱، محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۱۸

Phone : 270406

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کیلئے نظامی آفسیٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

کمپوزنگ : ناشر کمپیوٹر لکھنؤ۔ فون: 281223-270119

- اپنی بہنوں سے .... مدیر ... ۳
- قرآن مجید ایک نسخہ کیمیا .... مطیع الرحمٰن عوف ندوی ... ۴
- حدیث کی روشنی میں .... امۃ اللہ تسنیم .. ۷
- رحمۃ للعالمینؐ کے اخلاق .... حضرت مولانا محمد انوریؒ ... ۹
- سیدنا صدیق اکبرؓ .... مولانا اللہ وسایا .. ۱۳
- سلف کا خوف آخرت .... حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ .. ۱۷
- قبر کے راہی .... مولانا عبداللطیف مسعود ... ۲۱
- کیا جہیز سنت ہے؟ .... مولانا شعیب احمد بستوی .. ۲۵
- اللہ والوں کی نظر .... اصغر علی .. ۲۸
- انسان کا کمال .... مولانا مفتی محمد فاروق ... ۳۰
- شیخ رشید رضا .... پروفیسر محمد اجتباء ندوی . ۳۲
- سوال جواب .... مفتی راشد حسین ندوی . ۳۴
- آنکھیں قدرت کا عظیم عطیہ ہیں .... ڈاکٹر افتخار علی . ۳۵
- خراٹے .... ڈاکٹر ناہید الٰہی . ۳۷
- بچے کو کھانا کھلانے کی مشق .... نور جہاں طلعت . ۳۹

اپنی بہنوں سے ....

آج کل ہر طرف سے اسلام پر یلغار ہو رہی ہے۔ سیاسی محاذوں پر بھی اور اسی کے ساتھ علمی ادبی اور تہذیبی وثقافتی محاذوں پر بھی۔ کبھی اس کی کوشش کی جاتی ہے کہ مسلمانوں کو اپنے دین اور تہذیب وثقافت سے الگ کر دیا جائے یا کم از کم ان کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کر دیئے جائیں اور وہ اپنے دین ومذہب کے معاملہ میں احساس کمتری کا شکار ہو جائیں اور یہ حملے اس لئے شدت سے کئے جا رہے ہیں تاکہ مسلمان ہر وقت مدافعت میں لگے رہیں نہ کہ وہ اسلام کا تعارف کرائیں اور اشاعت اسلام کے کام میں لگیں اور اسلام کی خوبیوں اور پوری دنیا کے لئے اسلام کے دین رحمت اور دین نجات ہونے کو غیر مسلموں کے سامنے پیش کریں۔

اسی طرح تہذیب وثقافت اور ادب کے میدانوں میں بھی یہودیوں اور ان کے تربیت یافتہ افراد اور ادارے بگاڑ، فساد اور تخریب میں مصروف ہیں۔ ادب اور ثقافت کے نام پر فحاشی، عریانی اور ہر کام کو جائز کرنا اور خدا بیزار زندگی کو عام کرنا، گھر اور گھریلو زندگی کو ختم کرنا خاندان اور خاندانی نظام کو ملیامیٹ کر کے جانوروں والی زندگی عام کرنا ان کا مقصد زندگی بن چکا ہے اس بدخدمتی کے لئے مغربی ملکوں سے ہر طرح کی امداد ان اداروں کو ملتی ہے اور ہر قسم کا تعاون حاصل ہوتا ہے جو دراصل یہودیوں کا مقصد زندگی ہے۔

ان ہی حالات کو دیکھ کر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمان ادیبوں دانشوروں اور قلمکاروں کو اس طرف متوجہ کیا تھا اور ان کو ان کا فریضہ یاد دلایا تھا کہ وہ اس محاذ کو سنبھالیں اور ادب وثقافت کے میدان کارزار میں پوری تیاری کے ساتھ اتریں اور دشمنان اسلام سے لوہا لیں اس کے نتیجہ میں اسلامی الفکر ادیبوں ودانشوروں کی تنظیم عالمی رابطہ ادب اسلامی کا ۱۹۸۱ء میں قیام عمل میں آیا تھا اب اس وقت دنیا کے بیشتر مسلم ممالک میں اس کی شاخیں قائم ہو کر علم وادب تہذیب وثقافت کی خدمت انجام دے رہی ہیں اسی طرح ہندوستان کے بھی بڑے بڑے شہروں میں اس کے ادبی علمی وثقافتی حلقے قائم ہو کر کام کر رہے ہیں۔

۲۰/۲۱/ جولائی ۲۰۰۲ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء میں رابطہ ادب اسلامی کا اٹھارواں سیمینار ندوۃ العلماء کی میزبانی میں منعقد ہوا جس میں پورے ملک سے تقریباً سو ادیبوں دانشوروں اور اہل فکر وقلم نے شرکت کی اور مختلف موضوعات پر اپنے مقالے پیش کئے اور لکھنؤ کی ادبی علمی فضا ان اہل علم ادباء کے نفس گرم سے روشن ہو گئی۔

اس موقعہ پر بانی تحریک ادب اسلامی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کو لمحہ لمحہ یاد کیا گیا اور ان کی فکری رہنمائی کو اجاگر کیا گیا اور اس ضرورت کا اظہار کیا گیا کہ ملک کے تمام شہروں میں ادب اسلامی کی شاخوں کا قیام ہونا چاہئے اور اس تحریک کو گھر گھر تک پہونچانا چاہئے کہ فساد زدہ ادب اور مخرب اخلاق ومعاشرہ ادب کا قلع قمع کیا جا سکے جو دراصل ادب نہیں بلکہ نسل انسانی کی بے ادبی ہے۔

ہماری خواتین ادیبوں اور اہل قلم بہنوں کا بھی فریضہ ہے کہ وہ اپنے قلم سے ادب کی خدمت کریں ادب کا مطلب ہی یہ ہے کہ انسانیت کو صحیح رخ پر لگایا جائے اور اس کو جانوروں والی زندگی سے بچا کر وہ با مقصد زندگی دی جائے جو محسن انسانیت معلم اخلاق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے عطا ہوئی ہے۔

مدیر

قرآن مجید

ایک نسخہ کیمیا

مطیع الرحمٰن عوف ندوی

قرآن مجید ایک نسخۂ کیمیا ہے اس میں ساری انسانیت کے لئے ہدایت وفلاح کا سامان موجود ہے، اور اسی کے ساتھ ساتھ اس کے اندر انسانی زندگی میں پیش آنے والے مصائب ومشکلات، ابتلاء وآزمائش کے موقعوں پر اللہ تعالیٰ نے ابتہال وتضرع اور دعا وطلب کے طریقے بھی سکھائے ہیں اور قرآن مجید کے اندر ان کا حل بھی رکھا ہے۔ ارشاد ہے:

فیہ شفاء للناس وہدی ورحمۃ

یہ ایک کتاب ہدایت ہے، یہ انسان کے ظاہر کو بھی فلاح وبہبود سے ہمکنار کرتا ہے اور اس کے قلب کو بھی آراستہ وپیراستہ کرتا ہے خود قرآن مجید کے اندر اللہ تعالیٰ نے کئی جگہوں پر ارشاد فرمایا: "إن ھـــذا القرآن یہدی للتی ھی اقوم" اور دوسری جگہ ارشاد ہے "وبعثنا فیہم رسولا منہم یتلوا علیہم آیاتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ" اور "ذٰلک الکتاب لاریب فیہ ہدی للمتقین" اور ارشاد ہے "اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویہدی الیہ من ینیب"

قرآن مجید ہر موقعہ پر مشکل کشائی اور دست گیری کرتا ہے اگر لوگ اس کو اپنا دستور حیات بنانا چاہیں تو وہ جینے کا ایک ایک اصول بتاتا ہے اس کے آداب سکھاتا ہے اور انسان کو اخلاق اور حسن سلوک کے زیور سے آراستہ وپیراستہ ہونے کا گر سکھاتا ہے۔

بڑے بڑے فرمانروا، سلاطین وبادشاہ جنہیں دنیا کی ہر دولت اور سامان تعیش نصیب ہو لیکن اگر وہ محتاج ہیں اور ان کی زندگی کو بدلنے والی اور ان کے نصیب کو چمکانے والی کوئی چیز ہوسکتی ہے تو یہی قرآن مجید کی بھیک ہے جو ان کو دین ودنیا کی کامرانی وفلاح عطا کرسکتی ہے اور انہیں نار جہنم سے نجات دے سکتی ہے۔

قرآن مجید میں جہاں صبر واستقامت کی دعوت دی گئی ہے وہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنے رب سے مانگنے کا سلیقہ بھی سکھایا ہے اور اس سے بہتر طریقہ کون سا ہوسکتا ہے جو دینے والا خود سکھائے۔

اس سلسلہ میں ہمیں سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کی زندگی میں رہنمائی ملتی ہے، انہوں نے بیت اللہ کی تعمیر کے وقت جو دعا کی تھی وہ قرآن مجید کی جامع ترین دعاؤں میں سے ایک دعا ہے اور وہ دعا قبول ہوئی چنانچہ آج بھی حضرت ابراہیمؑ کی دعا کے مطابق وہ بلد امین اور بلد حرام ہے اور شرک وبت پرستی سے پاک ہے انہوں نے بیت اللہ کی تعمیر کے وقت فرمایا تھا اس کو خود قرآن مجید نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

واذ قال ابراہیم رب اجعل ہذا البلد آمنا واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام۔ (ابراہیم:۳۵)

اور جب ابراہیم نے دعا کی کہ میرے پروردگار اس شہر کو (لوگوں کے لئے) امن کی جگہ بنادے اور مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے بچائے رکھ کہ وہ بتوں کی پرستش کرنے لگیں۔ اور آگے ہے۔

"ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی ذرع عند بیتك المحرم، ربنا لیقیموا الصلوٰۃ۔ (ابراہیم:۳۷)

اے پروردگار میں نے اپنی اولاد میدان (مکہ) میں جہاں کھیتی نہیں، تیرے عزت وادب والے گھر کے پاس لا بسائی ہے اے پروردگار تا کہ یہ نماز پڑھیں اور اس کے بعد یہ خاص دعا کی کہ:

فاجعل افئدۃ من الناس تہوی الیہم وارزقہم من الثمرات لعلہم یشکرون۔ (۳۷)

تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کردے کہ ان کی طرف جھکے رہیں اور ان کو میوؤں سے روزی دے تا کہ تیرا شکر کریں۔

اسی طرح انہوں نے آتش نمرود کے سامنے مومنانہ شان کے ساتھ اپنے کو ڈال دینے میں بھی اپنے خدا سے مدد چاہی چنانچہ وہ آگ آپ کے حق میں برد وسلام بن گئی۔ یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراہیم۔ حقیقت یہ ہے کہ آج بھی اگر براہیمی ایمان پیدا ہوجائے تو آگ کرسکتی ہے انداز گلستاں پیدا۔

حضرت ابراہیمؑ کی بلد امین کے سلسلہ میں اس دعا کا کیا اثر پڑا اس کے بارے میں تفصیل سے لکھتے ہوئے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں۔

"اہل مکہ اور ساکنان حرم کو ان تینوں خصوصیتوں کو اپنے سینے سے لگائے رکھنا اور اپنا دائمی شعار بنانا ضروری اور مطلوب ہے، اس لئے کہ اس شہر کو البلد الامین کہا گیا ہے، اس کی خصوصیات اس کا مزاج اور اس کی فطرت زمانے کے ہزاروں انقلابات، حکومتوں کے عروج وزوال، تمدن وترقی کے تنوعات واختلافات کے ساتھ یہی رہنی چاہئے اور اس پر انقلاب زمانہ کا کوئی اثر نہیں پڑنا چاہئے۔ اس شہر وملک میں بت پرستی لانے والا عمرو بن لحی تھا جو عرب کے باہر سے بت پرستی لے کر آیا اور اس نے اس کو رواج دیا، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ جہنم میں اپنی آنتیں گھسیٹتا ہوا چل رہا ہے، محققین اور فضلائے مغرب کی بھی تحقیق یہی ہے کہ مکہ اور طائف کے مشہور بت ہبل لات، مناۃ، وعزیٰ اردن کے شہر بترا (Petra) اور عراق واردن سے درآمد (Import) کئے گئے، یہ اس سرزمین بلد امین کی چیز نہیں تھا اور فتح مکہ میں بیت اللہ اور حرم کے ان بتوں سے خالی کردیئے جانے اور مکہ وطائف کو بتوں سے پاک کردیئے جانے کے بعد پھر یہ سرزمین اساس ابراہیمی پر آگئی اور حدیث میں بشارت دی گئی کہ آئندہ بھی یہ سرزمین عرب کھلی ہوئی بت پرستی سے محفوظ اور پاک رہے گی، "الا ان الشیطان قد أیس ان یعبد فی بلد کم ہذا ابدا" اس سرزمین کے بلد امین ہونے کی صفت اور دعوت ابراہیمی کے علمبردار اور داعی ومبلغ ہونے کی خصوصیت ہمیشہ باقی رکھنی چاہئے کہ یہی اس سرزمین کا شرف اور یہاں کے رہنے والوں کا امتیاز اور فخر ہے۔ (نبی رحمت صفحہ ۸۰)

دعا کی تاثیر اور اس کے اثرات کی شہادت سے بے دین اور لامذہب بھی انکار نہیں کرسکتے اور جب کسی پر برا وقت آتا ہے وہ مصائب ومسائل سے دوچار ہوتا ہے تو وہ کتنا ہی خدا فراموش اور لامذہب ہو اپنے متعلقین سے دعا کی درخواست کرتا ہے، اس وقت ایک رپورٹ ہمارے سامنے ہے جسے ایک لادین طبیب، ڈاکٹر لیری ڈوسی نے تحریر کیا ہے، ذیل میں ہم اس کی تلخیص پیش کرتے ہیں۔

"یہ واقعہ میری ٹریننگ کے دور کا ہے جب میں پارک میں لینڈ میموریل ہاسپٹل ٹیکساس میں زیر تربیت تھا۔ وہاں مجھ کو ایک ایسا مریض ملا جس کے دونوں پھیپھڑوں میں کینسر تھا۔ میں نے مریض کو واضح طور پر بتادیا تھا کہ اس کا مرض ناقابل علاج ہے اور کسی بھی قسم کا علاج اس کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

مریض نے بھی صحیح فیصلہ کرتے ہوئے علاج سے اجتناب کیا۔ اسپتال میں جب اس کے بیڈ کے پاس ٹھہرتا تو میں اس کو ہمیشہ اس کے دوستوں میں گھرا ہوا پاتا وہ اس کے لئے دعائیں کررہے ہوتے۔ میں نے سوچا کہ یہ ایک اچھی بات ہے کل یہی لوگ اس کے جنازے پر بھجن گائیں گے اور دعائیں کریں گے۔

ایک سال بعد جب میں کسی دوسری جگہ مصروف کار تھا میرے ایک ساتھی نے پارک لینڈ ہاسپٹل سے ٹیلی فون پر پوچھا.....

"کیا میں اپنے دیرینہ مریض سے ملنا پسند کروں گا"۔ میرے تعجب کی انتہا نہ رہی کہ میں یقین ہی نہیں کرسکا کہ وہ ابھی تک زندہ تھا۔ بہر حال میرا تجسس مجھے وہاں لے گیا میں نے اس کے پھیپھڑوں کی ایکسرے رپورٹس دیکھیں اور متحیر رہ گیا۔ اس مریض کے دونوں پھیپھڑے بالکل صحت مند تھے۔ وہاں کینسر کی کوئی علامت نہ تھی۔ "اس کا علاج غیر معمولی تھا۔" ریڈیولوجسٹ نے مجھ سے کہا۔

علاج!

میں نے سوچا، اس مرض کا تو کوئی علاج ہی نہ تھا سوائے اس کے کہ خدا سے

رجوع کرے۔ میں نے میڈیکل کالج کے دو پروفیسر صاحبان کو یہ پورا واقعہ بتایا۔ ان میں کوئی بھی یہ تسلیم کرنے پر تیار نہ تھا کہ ایسا معجزہ ممکن ہے۔

میرے بچپن کا عقیدہ کب کا رخصت ہو چکا تھا اب تو میں صرف ماڈرن ادویات کی طاقت پر یقین رکھتا تھا۔ عبادت کو میں صرف ذاتی تصنع سمجھتا تھا۔ اس لئے میں نے اس پورے واقعہ کو ذہن سے نکال پھینکا۔

کئی سال بیت گئے اور میں ایک شہری اسپتال میں چیف آف اسٹاف کے عہدے پر مامور ہو گیا میرے علم میں تھا کہ میرے کئی مریض دعا اور عبادت کو صحت کا ضامن سمجھتے ہیں۔ لیکن مجھے اس طرح کے علاج پر اعتماد نہ تھا۔ ۱۹۸۰ء کے اواخر میں میرے مطالعہ میں وہ رپورٹس آئیں جو لیباریٹری میں بے حد احتیاط کے ساتھ تجربات کے بعد تیار کی گئیں تھیں۔ ان رپورٹوں کا خلاصہ یہ تھا کہ عبادت اور دعائیں انسان کی مختلف النوع جسمانی حالتوں میں غیر معمولی اور اہم تبدیلیوں کا باعث بنتی ہیں۔

قلبی امراض کے ماہر ڈاکٹر رینڈولف بائرڈ (Dr. Randolph Byrd) نے ۱۹۸۸ء میں اس ضمن میں ایک تحقیقاتی مقالہ شائع کیا تھا جو سائنٹفک اسٹڈی کے بعد نتائج کو پیش کرتے ہوئے مندرجہ ذیل عقائد کو سامنے لایا تھا اور کافی متاثر کن تھا۔

سانفرانسسکو جنرل اسپتال کے کرونری کیر یونٹ (Coronay-Care-Unit) میں ۳۹۳ مریضوں کی اسٹڈی کی گئی۔ مریضوں کو دو گروپوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک گروپ ان مریضوں کا تھا جن کی صحت کے لئے دعا کرنے والے لوگ تھے اور دوسرا گروپ ان مریضوں کا تھا جن کے لئے کوئی دعا کرنے والا نہ تھا۔ لیکن کسی مریض کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ وہ کس گروپ میں ہیں۔ صحت کے لئے دعا کرنے والوں کو صرف مریضوں کا نام بتایا گیا تھا اور ایک مختصر سی تفصیل ان کی بیماریوں سے متعلق بتائی گئی تھی اور یہ بھی کہا گیا تھا کہ وہ لوگ ہر روز ان مریضوں کے لئے دعائیں کرتے رہیں جب تک یہ مریض اسپتال سے ڈسچارج نہ ہو جائیں۔ اس کے علاوہ ان کو اور کسی بھی طرح کی ہدایات نہیں دی گئی تھیں کہ وہ کیا اور کس طرح دعائیں کریں۔ دس ماہ بعد جب تحقیق مکمل ہوئی تو معلوم ہوا کہ جن مریضوں کے لئے دعائیں کی گئیں تھیں ان کو نسبتاً کافی افاقہ ہوا۔

۱- ان مریضوں کو پانچ گنا کم اینٹی بائیٹکس (Anti Biotics) کی ضرورت تھی اس گروپ کے مقابلہ میں جن کے لئے کوئی دعا نہیں کی گئی تھی۔

۲- وہ ۲۱ گنا زیادہ بہتر تھا اس امکان سے کہ ان کو کنجسٹیو ہارٹ فیلیور (Congestive Heart Failure) ہو سکتا ہے۔

۳- اور اس بات کا بھی مقابلتاً بہت کم امکان تھا کہ وہ ہارٹ اٹیک کا شکار بن جائیں۔

اگر ان لاعلاج امراض کے مفید علاج کے لئے کسی تیر بہ ہدف دوا یا کامیاب سرجیکل آپریشن کی کھوج کر لی جاتی تو دنیا یقیناً اس کو عظیم الشان کارنامہ سمجھ کر استقبال کرتی لیکن یہ نسخۂ صحت جو دعاؤں اور عبادتوں سے عبارت ہے ارباب دانش کے لئے معمہ بنا ہوا ہے۔

ڈاکٹر ولیم نولین (Dr. William Nolen) جو ایک کٹر مادہ پرست ہیں اور روحانی عقائد کے قطعی قائل نہیں انہوں نے بھی اپنی ایک کتاب میں اس طرح کے شفائے روحانی پر سوالات کرتے ہوئے مشکوک انداز میں تسلیم کیا ہے کہ "اگر یہ تحقیق درست ہے تو ہم ڈاکٹروں کو اپنے نسخوں میں لکھنا چاہئے۔

"دن میں تین وقت عبادت کرو اور دعا مانگو"

ڈاکٹر ہربرٹ بینسن (Dr. Herbert benson) آف ہارورڈ میڈیکل اسکول کے پہلے میڈکل محقق تھے۔ جنہوں نے صحت کے فوائد کو عبادت اور مراقبہ سے حاصل کرنے پر ریسرچ کی تھی۔ ان کی تحقیق کا ماحصل یہ تھا کہ مختلف مذاہب کی عبادات اور طریقے مختلف ہو سکتے ہیں لیکن اس کے اثرات انسان کے جسم کی صحت مند تبدیلیوں پر یکساں کارگر ہوتے ہیں جس کا نام انہوں نے Relexation responce رکھا ہے یعنی "دعاؤں کا انسانی جسم پر مرہم کا کام کرنا۔"

●●●

حدیث کی روشنی میں

خوفِ خدا

امۃ اللہ تسنیم

وإیای فارھبون (سورہ بقرۃ- ع۵)

ان بطش ربك لشدید۔

(بروج- ع۱)

و کذٰلك اخذ ربك اذا اخذ القُریٰ وھی ظالمة إن اخذہ الیم شدید۔ (ھود- ع۹)

إن فی ذٰلك لآیة لمن خاف عذاب الآخرة۔ ذٰلك یوم مجموع لـه الناس وذٰلك یوم مشھود۔ وما نؤخرہ إلا لاجلٍ معدود۔ یوم یات لا تکلم نفس إلا بإذنه فمنھم شقی وسعید۔ فأما الذین شقوا ففی النار لھم فیھا زفیر وشھیق۔ (ھود- ع۹)

ویحذر کم اللہ نفسه

(آل عمران، ع۳)

یوم یفر المرء من اخیه وامه وابیه وصاحبته وبنیه۔ لکل امریٔ منھم یومئذ شأن یغنیه۔

(عبس- ع۱)

یٰأیھا الناس التقوا ربکم إن زلزلة الساعة شیء عظیم۔ یوم ترونھا تذھل کل مرضعة عما ارضعت وتضع کل ذات حمل حملھا وتری الناس سکاریٰ رماھم بسکاریٰ ولکن عذاب اللہ شدید۔ (حج- ع۱)

ولمن خاف مقام ربه جنتان۔

(رحمن- ع۳)

واقبل بعضھم علی بعض یتساء لون۔ قالوا انا کنا قبل فی اھلنا مشفقین۔ فمن اللہ علینا ووقٰنا عذاب السموم۔ إنا کنا من قبل ندعوہ۔ إنه ھو البر الرحیم۔

(طور- ع۱)

انجام کی کسی کو خبر نہیں

حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اور آپ سچے ہیں اور آپ سے زیادہ کون سچا ہے) کہ انسان چالیس دن اپنی ماں کے پیٹ میں نطفہ رہتا ہے، پھر چالیس دن میں خون کی پھٹکی بنتا ہے۔ پھر چالیس دن میں گوشت کا لوتھرا بن جاتا ہے۔ پھر فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے۔ پھر چار باتوں کے لکھنے کا اس کو حکم ہوتا ہے اس کے (۱) رزق (۲) عمر (۳) عمل کے متعلق اور یہ کہ (۴) وہ نیک بخت ہوگا یا بد بخت۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، کوئی جنتیوں کے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جنت میں اور اس میں ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اللہ کا لکھا غالب آ جاتا ہے اور وہ جہنم کے عمل کرنے لگتا ہے اور جہنم میں داخل ہوتا ہے اور ایک آدمی دوزخیوں کے کام کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے اس وقت اللہ کا لکھا غالب آتا ہے وہ جنت کے عمل کرنے لگتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

(بخاری۔ مسلم)

جہنم کا منظر

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دن جہنم کو ستر ہزار لگاموں کے ساتھ لایا جائے گا اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اس کو کھینچتے ہوں گے۔ (مسلم)

سب سے ہلکا عذاب

حضرت نعمانؓ بن بشیر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قیامت کے دن دوزخیوں میں سب سے کمتر عذاب اس کو ہوگا جس کے پاؤں کے تلووں پر دو انگارے رکھے جائیں گے۔ ان دو انگاروں سے اس کا دماغ پکے گا۔ (مسلم)

اور ایک روایت میں ہے کہ دوزخ والوں میں سب سے ہلکے عذاب والا وہ ہوگا جس کے دو جوتے اور دو تسمے آگ کے ہوں گے جن سے ان کے دماغ اس طرح پکے گا جیسے ہانڈی ابلتی ہے اور وہ یہ خیال کرتا

ہو گا کہ مجھ سے زیادہ سخت کسی پر عذاب نہیں، حالانکہ وہ سب سے ہلکا عذاب ہوگا۔ (بخاری۔مسلم)

جہنم کے عذاب کے درجے

حضرت سمرہؓ بن جندب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگ ان میں سے کسی کے ٹخنوں کو پکڑے گی اور کسی کے گھٹنوں کو اور کسی کے کمر تک ہوگی اور کسی کی ہنسلی کو پکڑے گی۔ (مسلم)

قیامت کا پسینہ

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ رب العالمین کے پاس کھڑے ہوں گے ان میں سے بعض اپنے پسینہ میں آدھے کانوں تک ڈوب جائیں گے۔ (بخاری۔مسلم)

اگر حقیقت حال معلوم ہوجائے

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا خطبہ فرمایا کہ اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں سنا۔ آپ نے فرمایا جو میں جانتا ہوں اگر تم جان لو تو کم ہنسو اور زیادہ روؤ، اصحاب رسول اللہؐ پر ایسا گریہ طاری ہوا کہ انہوں نے اپنے چہروں کو چھپالیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اصحاب کے متعلق کسی بات کی خبر پہنچی۔ آپ نے خطبہ فرمایا۔ فرمایا کہ مجھ پر جنت و دوزخ پیش کی گئی۔ میں نے اس دن کی طرح برائی بھلائی نہیں دیکھی۔ اگر تم جان لو جو میں جانتا ہوں تو زیادہ روؤ اور کم ہنسو۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر اس سے زیادہ سخت دن نہیں گزرا۔ اپنے چہروں کو چھپالیا اور رونے سے آواز نکلتی تھی۔

سورج کا قرب

حضرت مقدادؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قیامت کے دن سورج مخلوق سے قریب کردیا جائے گا۔ یہاں تک کہ ان سے ایک میل کے فاصلہ پر ہوگا۔ بعض ایسے ہوں گے جن کے منہ تک آجائے گا۔ پھر آپ نے اپنے دست مبارک سے منہ کی طرف اشارہ کیا۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن لوگ پسینہ پسینہ ہوں گے، یہاں تک کہ ان کا پسینہ زمین میں ستر ہاتھ جائے گا اور منہ تک آجائے گا یہاں تک کہ کانوں تک پہنچ جائے گا۔ (بخاری۔مسلم)

جہنم کی گہرائی

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ نے ایک دھماکہ سنا۔ فرمایا جانتے ہو یہ کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ نے فرمایا یہ ایک پتھر ہے جو دوزخ میں ستر سال سے پھینکا گیا تھا، اب جا کر وہ آگ میں گرا ہے، یہاں تک کہ اس کے پیٹے میں پہنچ گیا جس کا تم نے دھماکہ سنا۔ (مسلم)

صدقہ جہنم سے بچا سکتا ہے

حضرت عدیؓ بن حاتم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں ہر ایک سے اللہ بات کرے گا۔ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا جب وہ اپنی سیدھی جانب دیکھے گا تو وہی نظر آئے گا جو آگے بھیجا ہے اور بائیں طرف دیکھے گا تو وہی نظر آئے گا جو آگے بھیج چکا اور جب اپنے آگے دیکھے گا تو اس کے منہ کے سامنے آگ ہوگی، پس آگ سے بچو، اگرچہ ایک کھجور کے ٹکڑے ہی سے کیوں نہ ہو۔ (ب۔م)

خوف خدا کے اسباب

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تم نہیں دیکھتے وہ میں دیکھتا ہوں۔ آسمان چرچراتا ہے اور اس کو چرچرانے کا حق ہے اس میں چار انگل کی بھی جگہ نہیں ہے مگر ایک فرشتہ اپنی پیشانی اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے کی حالت میں رکھے ہے۔ اگر تم جان لو جو میں جانتا ہوں تو کم ہنسو اور زیادہ روؤ اور تم کو اپنے گھروں میں بستروں پر مزا نہ آئے۔ تم چیختے اور چلاتے ہوئے میدان میں نکل جاؤ۔ (ترمذی)

قیامت میں چار سوال

حضرت ابوبرزہؓ اسلمی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بندے کے قدم نہ ہٹیں گے جب تک کہ چار باتوں کے متعلق نہ پوچھ لیا جائے گا (۱) اس کی عمر کے متعلق کہ کس میں فنا کی (۲) عمل کے متعلق کہ کیا کام کیے (۳) مال کے متعلق کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا اور جسم کے متعلق کہ کس میں پرانا کیا۔

(ترمذی)

●●●

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق

حضرت مولانا محمد انوریؒ

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن مجید ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اور خوشنودی قرآن کے موافق تھی، اپنی وجہ سے کسی پر ناراضگی نہ ہوتی تھی اور نہ بدلہ لیتے تھے، لیکن جب حقوق خداوندی ضائع کیے جاتے تو آپ محض خدا کے لئے انتقام لیتے تھے اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم غصہ فرماتے تھے تو کوئی شخص آپ کے غصہ کی تاب نہیں لاسکتا تھا۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ شجاع اور سب سے زیادہ سخی تھے، کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا ہو اور آپ نے رد فرمادیا ہو، رات کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خانہ مبارک میں کوئی درہم یا دینار باقی نہیں رہتا تھا اور اگر کبھی کچھ باقی رہ جاتا تھا اور مستحق نہیں آتا تھا، تو آپ خانہ اقدس میں اس وقت تک داخل نہ ہوتے تھے، جب تک کہ اسے مستحقین تک نہ پہنچا دیتے تھے۔

آپؐ نے اپنے اہل بیت کے لئے ارزاں ترین اجناس مثل خرما و جو وغیرہ کے ایک سال کے خرچ سے زیادہ کبھی قبول نہیں فرمایا اور اس میں سے بھی اس قدر ایثار فرماتے تھے کہ سال ختم ہونے سے پیشتر بعض اوقات اسے ختم فرمادیتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بات کہنے میں تمام انسانوں سے زیادہ راست گو یعنی سچے، سب سے زیادہ پابند وفا، خصلتوں میں سب سے زیادہ نرم، صحبت میں بہترین، انتہائی بردبار اور کنواری پردہ دار لڑکی سے زیادہ باحیا تھے۔

آپ نظریں نیچی رکھتے تھے، زیادہ تر گوشۂ چشم سے اشخاص پر نظر ڈالتے تھے، نہایت متواضع تھے، ہر ایک ادنیٰ و اعلیٰ، آزاد و غلام کی دعوت قبول فرمالیتے تھے، مخلوق خدا پر دیگر تمام انسانوں کی نسبت زیادہ شفیق تھے، سب سے زیادہ پاک دامن تھے، اور شہوات و لذات آپ کے نفس نفیس پر غالب نہ تھیں۔

آپؐ اپنے دوستوں کی سب سے زیادہ عزت فرماتے تھے اور اپنے اصحاب کے درمیان پائے مبارک کو دراز نہیں فرماتے تھے، جس مجلس میں اژدہام ہوجاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی دوسروں کی طرح تنگ زانو ہوکر بیٹھتے۔

اصحابؓ اور ذات اقدسؐ میں کوئی امتیاز نہ ہوتا تھا، جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دور سے دیکھتا وہ رعب و دبدبہ محسوس کرتا، اور صحبت حاصل کرتا وہ انس پاتا۔

اصحاب کرامؓ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں جمع رہتے تھے اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ارشاد فرماتے تو اس کے سننے کے لئے سراپا گوش ہوجاتے اور جب آپ کوئی حکم صادر فرماتے تو ہر ایک اس کی تعمیل میں سبقت ڈھونڈتا تھا، آپ جس سے ملاقات کرتے تو ابتدا اسلام میں خود پہل فرماتے۔

آپ اپنے احباب سے ملاقات کے وقت زینت لباس فرماتے تھے، آپ پرسش احوال اصحاب فرماتے تھے اور اگر ان میں سے کوئی بیمار ہوجاتا تو اس کی عیادت فرماتے تھے، اگر ان میں سے کوئی سفر میں جاتا تو اس کے لئے دعا فرماتے تھے اور جو کوئی ان میں سے انتقال کرجاتا اس کے لئے اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھتے اور دعا فرماتے تھے۔

آپ غمگین اور آزردہ اصحاب کی دلداری کے لئے ان کے گھروں میں

تشریف لے جاتے تھے، آپ اپنے احباب کے باغوں میں تشریف لے جاتے، ان کی دعوتیں قبول فرماتے، سرداران قوم وقبیلہ کی تسلی فرماتے، اہل کمال کی نہایت عزت فرماتے، ہر ایک سے خندہ پیشانی سے پیش آتے اور عذر خواہ کا عذر قبول فرماتے تھے۔

ہر ایک ادنیٰ واعلیٰ راست گفتاری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے برابر تھا، آپ کسی شخص کو اپنے پیچھے نہ چلنے دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ میری پشت فرشتوں کے لئے خالی رہنی چاہئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ہمراہی جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر چل رہے ہوں، پیدل نہیں چل سکتا تھا، بلکہ آپ اس کو ضرور سوار فرمادیتے تھے اور اگر وہ سوار نہ ہونے پر اصرار کرتا تو فرمادیتے کہ اپنی منزل کی طرف مجھ سے آگے چلے جاؤ، آپ اپنے غلام اور کنیزوں سے کھانے پینے میں امتیاز نہ رکھتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تقریباً دس سال رہا، خدا کی قسم! سفر وحضر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرا بہت زیادہ اکرام فرماتے تھے اور کبھی اس درمیان میں مجھ سے اف نہیں فرمایا اور نہ کبھی تنگ دلی اور ناخوشی کا کوئی کلمہ فرمایا اور جو کام میں نے کرلیا اس پر کبھی نہ فرمایا کہ یہ کیوں کیا؟ اور جو نہیں کیا اس پر یہ نہیں فرمایا کہ یہ کیوں نہیں کیا؟

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے، آپ نے ایک بکری پکانے کا حکم فرمایا۔ اصحابؓ میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ اس کا ذبح کرنا میرے ذمہ ہے، دوسرے نے کھال اتارنے اور تیسرے نے پکانے کی ذمہ داری لے لی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لکڑیاں جمع کرنا میرا ذمہ ہے۔

اس جماعت نے عرض کیا کہ بجائے آپ کے ہم لوگ اس کام کو انجام دیں گے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ (یہ کام) میرے بجائے تم لوگ انجام دے سکتے ہو، لیکن کسی امتیازی اور خصوصی نشان کو میں اپنے لئے پسند نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی اس عادت کو ناپسند فرماتے ہیں کہ وہ اپنے احباب کے ساتھ شان امتیازی رکھتا ہو، چنانچہ آپ نے خود تشریف لے گئے اور لکڑیاں جمع فرمائیں۔

دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں اونٹنی پر سوار تھے۔ ایک مقام پر نماز کے لئے اونٹ سے نیچے اترے اور پھر اونٹ کی جانب تشریف لے گئے۔ اصحابؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ کہاں تشریف لے جارہے ہیں؟ فرمایا کہ اپنے اونٹ کے پاؤں باندھنے جارہا ہوں، اصحابؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہم اس خدمت کو انجام دے لیں گے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص دوسرے سے ادنیٰ مدد کی خواہش بھی نہ رکھے خواہ وہ ایک ٹکڑا مسواک ہی کیوں نہ ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے بیٹھتے ذکر اللہ فرماتے تھے، جب کسی مجلس میں تشریف لے جاتے تو جس موقع پر جگہ دیکھتے وہیں بیٹھ جاتے، صدر مجلس کا قصد نہ فرماتے اور مسلمانوں کو بھی اسی کا حکم فرمایا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہم نشینوں کے ساتھ ہر ایک کے درجے کے موافق توجہ مبذول فرماتے تھے، ان میں سے کوئی دوسرے کے بارے میں یہ سمجھتا تھا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک زیادہ معروف ہے، یعنی ہر ایک کے ساتھ اس طرح بشاشت سے پیش آتے تھے کہ ہر کس وناکس آپ کو اپنا زیادہ مہربان خیال کرتا تھا، جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا وہ جس وقت تک خود اٹھ کر نہ چلا جاتا اس وقت تک آپ اس کے پاس سے تشریف نہ لے جاتے اور اگر اتفاقاً کوئی ضرورت پیش آجاتی تو آپ صاحب مجلس کی اجازت سے تشریف لے جاتے۔

آپ کسی کے سامنے کوئی ایسی بات نہ فرماتے جس کو وہ ناپسند کرتا ہو، کسی شخص کی بے ادبی اور بدخوئی کا جواب بے ادبی

اور بدخوئی سے نہ دیتے تھے، بلکہ درگزر فرماتے تھے۔

آپ بیمار پرسی فرماتے تھے، فقیروں کو بہت دوست رکھتے تھے، ان کی ہم نشینی فرماتے تھے، ان کے جنازوں پر تشریف لے جاتے تھے، کسی فقیر کو اس کے افلاس کی وجہ سے حقیر نہ سمجھتے تھے۔

آپ کسی بڑے سے بڑے دنیوی بادشاہ سے مرعوب نہ ہوتے تھے، نعمت خداوندی کو، خواہ وہ کتنی ہی قلیل ہو، قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اس کو کسی حیثیت سے برا نہ فرماتے تھے، کسی کھانے کا عیب نہ نکالتے تھے، اگر مرغوب طبع ہوتو تناول فرمالیتے ورنہ دست کش ہوجاتے۔

آپ ہمسایوں کی دست گیری فرماتے اور مہمانوں کی بے حد تکریم فرماتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ ہنس مکھ اور خندہ پیشانی سے پیش آنے والے تھے، آپ کا کوئی وقت عبادت خداوندی یا حاجت ضروریہ کے سوا بسر نہیں ہوتا تھا۔

اگر کسی دو کاموں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دے دیا جاتا تو آپ سہل ترین عمل کو اختیار فرماتے تھے، لیکن اگر اس سہل کام سے قطع رحم ہوتا تو اس سے عمدہ طریقے سے احتراز فرمالیتے۔

آپ اپنی پاپوش مبارک خود اپنے دست اقدس سے سی لیا کرتے اور اپنے کپڑوں میں پیوند بھی خود ہی لگالیا کرتے تھے۔

آپ نے گھوڑے، خچر اور دراز گوش پر سواری فرمائی ہے، آپ اپنے غلاموں یا کسی دوسری شخص کو بھی اپنے ساتھ سوار فرمالیتے تھے۔ آپ آستین مبارک یا چادر مبارک سے اپنے گھوڑے کے چہرے کو صاف فرمادیا کرتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیک فالی سے خوش ہوتے اور بدفالی کو ناپسند فرماتے تھے، جب کوئی شے مرغوب طبع پاتے تو "الحمدلله رب العالمين" فرماتے اور جب کوئی ناپسندیدہ چیز پیش آتی تو "الحمدلله على كل حال" ارشاد فرماتے۔

آپ اکثر قبلہ رو بیٹھتے تھے اور ذکر بہت زیادہ فرماتے اور لغو باتیں بالکل نہ کرتے تھے۔ آپ نمازیں طویل پڑھتے اور خطبہ مختصر ارشاد فرماتے تھے، ایک مجلس میں سو، سو مرتبہ اللہ تعالیٰ سے درخواست مغفرت فرماتے تھے۔ آپ نماز میں اس قدر درازی فرماتے تھے کہ سینہ مبارکہ سے تانبے کی دیگچی کے جوش جیسی آواز سنائی دیتی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ اور پنج شنبہ کا اکثر روزہ رکھتے تھے اور ہر مہینہ میں تین روزے (ایام بیض یعنی تیرہویں، چودھویں، پندرھویں تاریخ) اور یوم عاشورہ (یعنی محرم) کا روزہ بھی رکھتے تھے اور شعبان کے مہینہ میں سوائے رمضان المبارک کے مہینہ کے دیگر مہینوں کی نسبت زیادہ روزے رکھتے تھے۔

ایک بڑی خصوصیت ذات اشرفؐ کی یہ تھی کہ جب آپ محوخواب ہوتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سوتی تھیں، لیکن قلب مطہر انتظار وحی میں بیدار، مشغول بذات خداوندی ہوتا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کے وقت سانس کی آواز سنائی دیتی تھی، لیکن خراٹا، جو ایک مکروہ آواز بعض سونے والوں سے سنائی دیتی ہے، نہیں سنا گیا۔

اگر کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھتے تو "هو الله لا شريك له" ارشاد فرماتے، جس وقت سونے کے لئے قصد فرماتے تو "رب قني عذابك يوم تبعث عبادك" فرماتے، جب بیدار ہوتے تو "الحمدلله الذى احيانا بعد ما اماتنا واليه النشور" فرماتے تھے۔

آپ صدقہ نہیں کھاتے تھے اور ہدیہ تناول فرماتے تھے۔ جو شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ بھیجتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بہتر یا اس جیسا ہدیہ اس شخص کو مرحمت فرماتے۔

آپ کھانے کی چیزوں میں قطعاً تکلف نہ فرماتے تھے، بھوک کی شدت اور فاقہ کے وقت ضعف سے بچنے کے لئے شکم

مطہر پر پتھر باندھ لیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائیں لیکن آپؐ نے ان کے بجائے اللہ کی رضا کی خاطر آخرت کو قبول فرمالیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روٹی سرکہ سے تناول فرمائی اور سرکہ کو اچھا سالن ارشاد فرمایا، آپ کدو کو پسند فرماتے تھے اور بکری کے دست کے گوشت کو بھی اور ارشاد فرمایا کہ:

"روغن زیتون کھاؤ اور بدن پر ملو، چونکہ وہ مبارک درخت ہے"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین انگشت مبارک سے کھانا تناول فرماتے تھے اور کھانے کے بعد ان انگلیوں کو چاٹ لیتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کی روٹی خشک اور تر کھجور کے ساتھ تناول فرمائی ہے، شہد سے زیادہ رغبت رکھتے تھے۔

آپؐ پانی بیٹھ کر تین سانس لے کر پیتے تھے اور (ہر سانس میں) پانی کے برتن کو منہ سے جدا فرماتے تھے اور جب بچا ہوا پانی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو عنایت فرماتے تو دائیں جانب سے ابتداء فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش فرمایا، اس وقت صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا کہ جس وقت کھانے کی چیزوں میں سے کوئی چیز پاؤ تو "اللھم بارک لنا فیہ وارزقنا خیرا منہ" کہو، لیکن جب دودھ پیو تو "اللھم بارک لنا فیہ وزدنا منہ" کہنا چاہئے اور فرمایا کہ کھانے کی چیزوں میں سے سوائے دودھ کے کوئی ایسی شئے نہیں ہے جو کھانے اور پانی کے قائم مقام بن سکے۔

لباس مبارک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پشمینہ پہنتے تھے، پاؤں مبارک میں جوتے بھی استعمال فرماتے تھے، پہننے کی چیزوں میں قطعاً تکلف نہیں فرماتے تھے، سب سے بہتر کپڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کرتہ تھا۔ آپؐ جس وقت نیا کپڑا استعمال فرماتے تھے تو "اللھم لک الحمد کما البستہ واسئلک خیرہ وخیر ما صنع لہ" پڑھتے تھے۔

آپؐ سبز رنگ کے کپڑے کو بہت پسند فرماتے تھے اور گاہے گاہے ایک چادر سے دو کونے اپنے شانوں کے درمیان باندھ کر نماز ادا فرماتے تھے۔

آپؐ دستار مبارک کا ایک سرا، جس کو شملہ کہتے ہیں، دونوں شانوں کے درمیان چھوڑ کر فرق مبارک پر عمامہ باندھتے تھے۔

آپؐ جمعہ کے دن سرخ چادر اوڑھتے تھے، بعضوں نے کہا ہے کہ اس چادر پر سرخ رنگ کی دھاریاں تھیں، آپ داہنے ہاتھ کی انگلی میں چاندی کی انگوٹھی، جس پر محمد رسول اللہ کندہ تھا، پہنتے تھے، کبھی یہ انگوٹھی بائیں ہاتھ کی انگلی میں بھی پہن لیتے تھے۔

آپؐ خوشبو کو بہت پسند فرماتے تھے اور بدبو سے ناخوش ہوتے تھے، خوشبوؤں میں سے غالیہ کو، جو ایک مرکب خوشبو ہوتی ہے، استعمال فرماتے تھے، نیز مشک کو خالص بھی استعمال فرمایا ہے، آپ کافور اور عود کی دھونی دیتے تھے۔

آپؐ اثمد کو، جو کہ اعلیٰ قسم کا سرمہ ہے، استعمال فرماتے تھے، سرمہ ڈالنے میں عدد طاق کی رعایت فرماتے تھے، کبھی سرمہ داہنی آنکھ میں تین سلائی اور بائیں میں دو سلائی استعمال فرماتے تھے، کبھی روزہ کی حالت میں بھی سرمہ استعمال فرماتے تھے۔

آپؐ دائیں جانب سے ہر کام کی ابتدا فرماتے، مثلاً کنگھا کرنے، جوتا پہننے اور وضو کرنے میں بلکہ تمام کاموں میں اسے پسند فرماتے تھے، آپؐ آئینہ بھی دیکھتے تھے، سفر میں چند چیزیں، تیل کی شیشی، سرمہ دانی، آئینہ، کنگھا، قینچی، مسواک اور سوئی دھاگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برابر ہمراہ رکھتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پیشتر تین مرتبہ مسواک فرماتے تھے اور اسی طرح سونے سے اٹھنے کے بعد تہجد کے وقت اور فجر کی نماز کے وقت بھی مسواک فرماتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پچھنے بھی لگوایا کرتے تھے۔

●●●

سیدنا صدیق اکبرؓ

تحریر: مولانا اللہ وسایا

آپ کا اصل اسم مبارک عبداللہ بن عثمان ہے۔ (۱)..... سیدنا صدیق اکبرؓ کو بحیرا راہب نے آپؐ کے دعویٰ نبوت سے قبل آپؐ کے نبی ہونے کی بابت بتادیا تھا۔

(۲)...... ورقہ بن نوفل نے سیدنا صدیق اکبرؓ سے فرمایا کہ قریش سے نبی آخر الزماں ہوں گے۔

(۳)...... سیدنا صدیق اکبرؓ نے ایک خواب دیکھا کہ مکہ میں ایک چاند اترا، مختلف اجزاء ہو کر تقسیم ہوگیا۔ اس کا ایک ایک ٹکڑا ہر گھر میں داخل ہوا پھر چاند کی تمام اجزاء باہم مل گئے اور مکمل چاند بن کر ان (ابوبکر صدیق) کی گود میں آگیا۔ راہب سے تعبیر پوچھی۔ انہوں بتایا کہ نبی آخر الزماں تشریف لائیں گے۔ آپؐ ان پر نہ صرف ایمان لائیں گے بلکہ ان کے وصال کے بعد ان کے خلیفہ و جانشین بھی بنیں گے۔

(۴)...... سب سے زیادہ آپؐ کے حالات سے سیدنا صدیق اکبرؓ واقف تھے۔ آپؐ کے اوصاف حمیدہ و خصائل محمودہ نے ان کی ذات پر اتنا اثر کیا تھا کہ آپؐ کے اعلان نبوت کے ساتھ ہی انہوں نے آپؐ کی بیعت کر کے اولیت اسلام کی سعادت حاصل کی۔ سیدنا صدیق اکبرؓ واقعہ فیل کے اڑھائی سال بعد پیدا ہوئے۔

ادائے صلوٰۃ

ادائے صلوٰۃ اسی دن کے آخری حصہ کا واقعہ ہے۔ جس دن آپؐ نے فرمایا کہ میں دوشنبہ کے دن مبعوث ہوا۔ خدیجہؓ نے اسی دن کے آخری حصہ میں نماز پڑھی۔ علیؓ نے سہ شنبہ کو نماز ادا کی۔ اس کے بعد ابوبکرؓ اور زید بن حارثہؓ شریک نماز ہوئے۔ شب معراج کو نماز پنجگانہ فرض ہوئی اس سے پہلے صبح و شام کی دو نمازیں یا فقط عشاء کی نماز تھی۔ (علیٰ اقوال المختلفہ)

عبداللہ بن خذافہؓ

حضرت عبداللہ بن خذافہ سہمیؓ نے دعوت اسلام کو لبیک کہا۔ شرف صحابیت سے مشرف ہوتے ہی تبلیغ اسلام کے لئے وقف ہوگئے۔ کوئی ایسی مجلس جس میں وہ شریک ہوں دعوت کی صدا کے بغیر ختم نہ ہونے دیتے۔ یمن گئے تو تبلیغ دعوت محمدی کے ترانے بلند کئے۔ یہود کے ایک راہب نے یہ آواز سنی تو تحقیق احوال کے لئے ابوسفیان کو بلا بھیجا۔ جو ان دنوں تجارت کے لئے یمن گئے ہوئے تھے۔ ابوسفیان نے پوچھنے پر بتایا کہ میں آپ کا چچا ہوں۔ راہب کے سوالات کے صحیح جواب نہ دیئے۔ راہب نے یمن گئے ہوئے حضرت عباسؓ کو بلا بھیجا۔ آپ نے ابوسفیان کی موجودگی میں بتایا کہ میں ان کا چچا ہوں۔ تب راہب نے ابوسفیان سے پوچھا کہ یہ سچ کہتے ہیں۔ ابوسفیان نے تصدیق کی کہ ہاں یہ واقعی چچا ہیں۔ ابوسفیان کی موجودگی میں راہب نے حضرت عباسؓ سے پوچھا کہ تمہارے بھتیجے نے کبھی دروغ گوئی، یا خیانت کا ارتکاب کیا۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ مجھے عبدالمطلب کے رب کی قسم اس نے کبھی نہ خیانت کی نہ دروغ گوئی، بلکہ وہ تو پورے خطہ میں ممتاز خصائل کے حامل اور امین کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد راہب نے سوال کیا کہ کیا اس نے کسی سے تعلیم حاصل کی۔ حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ اپنے بھتیجے کی بڑائی کے لئے کہہ دوں کہ پڑھے لکھے ہیں۔ پھر خیال آیا کہ ابوسفیان جھٹ سے تردید کردے گا۔ اس لئے مجبوراً میں نے کہا کہ میرا بھتیجا پڑھا لکھا نہیں ہے۔ راہب نے دیکھا کہ امانت وصداقت اور امی ہونے کی جو انبیاء کے اوصاف بدرجہ اتم موجود ہیں۔ اضطراب میں اٹھ کھڑا ہوا، اپنی کندھے کی چادر نیچے ڈال کر بولا کہ یہود ذبح ہوگئے، یہود ہلاک ہوگئے۔

ابوسفیان اور میں (حضرت عباس) قیام گاہ پر آئے میں نے کہا کہ اب میرے بھتیجے کے نبی ماننے میں کیا تامل ہے؟ ابوسفیان نے کہا کہ میں تو اس وقت تک نہ

مانوں گا جب کہ کداء سے سوار آتے نہ دیکھ لوں۔ ٹھیک بائیس سال کداء کے راستہ سے آپؐ فتح مکہ کے لئے تشریف لائے تو میں نے ابوسفیان کو یمین کا وعدہ یاد دلایا کہ لو تمہاری یہ شرط بھی پوری ہوگئی۔ ابوسفیان بھاگم بھاگ گئے اور اسلام قبول کرلیا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

اسلام میں سابقین الاولین

سیدنا صدیق اکبرؓ کی تبلیغ سے حضرت عثمان بن عفان، حضرت زبیر بن عوام، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اس لئے سابقین اسلام (بہت زیادہ سبقت کرنے والے) کہلاتے ہیں۔ یہ تمام نفوس عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں۔ یہ نبوت کا فیض اور صدیق اکبرؓ کی محنت کا صدقہ ہے۔ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

پہلا درجہ، صحابہؓ میں جو ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئے۔ دوسرا درجہ، جو غزوہ بدر سے قبل مسلمان ہوئے۔ تیسرا درجہ، جو احد کی جنگ سے پہلے مسلمان ہوئے۔ چوتھا درجہ، جو غزوہ خندق سے قبل مسلمان ہوئے۔ پانچواں درجہ، جو حدیبیہ سے قبل مسلمان ہوئے۔ پھر وہ جو فتح مکہ سے قبل مسلمان ہوئے۔ اس کے بعد تو "یدخلون فی دین اللہ افواجاً" کا منظر تھا۔

نماز اور ابوطالب

ایک بار پہاڑی درّہ میں آپؐ حضرت علیؓ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ ابوطالب آئے اور خاموشی سے دیکھتے رہے۔ فراغ کے بعد پوچھا۔ بھتیجے یہ کیا طریقہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا دین ابراہیمی ہے۔ ابوطالب نے حضرت علیؓ سے پوچھا۔ تم بھی ان کے طریقہ پر ہو۔ انہوں نے عرض کی ہاں اباجان۔ ابوطالب نے کہا ٹھیک ہے قائم رہو محمدؐ بھلائی کا ہی حکم دیں گے۔ دوسری بار آپؐ حضرت علیؓ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ ابوطالب نے دیکھا اور بہت متاثر ہوئے۔ اپنے بیٹے جعفر طیارؓ سے کہا کہ ایک طرف علیؓ ہے اور دوسری طرف تم جاکر شریک نماز ہوجاؤ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

نماز پڑھنے والوں پر ظلم

ایک مرتبہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ دوسرے صحابہ کرامؓ کے ساتھ مکہ کی ایک گھاٹی میں مصروف نماز تھے۔ کفار مکہ کی ٹولی کا ادھر سے گزر ہوا جس طرح سرخ کپڑا دیکھ کر بیل بھڑک اٹھتا ہے یہ کفار بھی اسی طرح باؤلے ہوگئے۔ صحابہ کرامؓ پر نماز کی حالت میں یورش کردی۔ حضرت سعدؓ جوشیلے جوان تھے۔

اتفاق سے ان کے قریب اونٹ کی ہڈی پڑی تھی اٹھاکر جوماری ایک بت پرست کا سر پھوڑدیا۔ یہ دیکھ کر حملہ آور ٹھنڈے پڑگئے اور ظلم اور تعدی سے ہاتھ کھینچ لئے۔ مسلمان بھی گھروں کو چلے آئے۔ اس قسم کا اسلام میں پہلا واقعہ تھا۔ (ص ۳۲۵)

دو غنڈوں کی سنگ باری

معمول کے مطابق صحابہ کرامؓ میں سے طلیب بن عمیرؓ اور حاطب بن عبد شمسؓ نماز عصر پڑھ رہے تھے۔ ابن اصیدی اور ابن قطیہ عدوے اسلام کا وہاں گھاٹی سے گزر ہوا ان کو نماز پڑھتا دیکھ کر آتش پا ہوگئے اور ان پر سنگ باری شروع کردی۔

یہ حضرات پتھروں کی بارش میں نماز پڑھتے رہے۔ جب سلام پھیرا تو دونوں غنڈے یہ جان کر کہ کہیں یہ ہم سے بدلہ نہ لیں بھاگ گئے۔ ابوجہل، ابولہب، عقبہ کے پاس جاکر ڈینگیں ماریں۔ انہوں نے ان کی خوب پیٹھ ٹھونکی۔

ابوجہل کی ٹھکائی

حضرت ابوطلیبؓ کمسن صحابی تھے۔ یہ ابولہب کے بھانجے اور حضرت ارویؓ کے بیٹے تھے ایک بار صبح نور کے تڑکے صحابہ کرامؓ ایک گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے ابوجہل، ابولہب، عقبہ کا وہاں سے گزر ہوا اور نمازیوں کو پیٹنا شروع کردیا۔ حضرت ابوطلیب نے ابوجہل کو ایسی کاری ضرب لگائی کہ اونٹ کی طرح بلبلانے لگا۔ سب کفار نے ابوطلیب کو پکڑلیا۔ ابولہب نے کہا کہ میرا بھانجا ہے کچھ نہ کہو آئندہ ایسا نہ ہوگا۔ چھوڑ دیئے گئے۔ ابولہب نے اپنی بہن ارویؓ کے پاس آکر بھانجے کی شکایت کی۔ انہوں نے جواب میں فرمایا میرے لئے اس سے بڑھ کر کیا سعادت ہوسکتی ہے کہ میرا بیٹا محمد عربی کا سپاہی ہے۔ وہ اپنے ماموں زاد (آپؐ کے والد کی بھی تو یہ بہن تھیں) کی طرف سے مدافعت کرتا ہے۔ ابولہب نے کہا کہ کیا تم بھی مسلمان ہوگئی ہو حضرت ارویؓ نے فرمایا ہاں! پھر فرمایا ابولہب تم غدار قوم ہو۔ بھتیجے (آپؐ)

کی مخالفت پر کمربستہ ہو۔ ابولہب نے کہا کہ میں سارے عرب کے مقابلہ کا حوصلہ نہیں رکھتا اور بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔

ابوجہل، ابولہب، عقبہ کی تثلیث، نبوت کی مخالفت میں ایسی تکون تھی جس کی شقاوت وبدبختی اور اسلام دشمنی کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ ابولہب کی بیوی عورا بنت حرب (ہندہ) یہ ابوسفیان کی بہن تھی یہ بھی اسلام دشمنی میں اس حد تک آگے تھی کہ لکڑیوں، کانٹے، جھاڑیاں اکٹھی کرکے لاتی اور آپؐ کے راستہ میں بچھادیتی۔ قرآن مجید نے اسے: "حمالۃ الحطب" کا لقب دیا ہے۔ ابولہب چٹا گورا تھا اس لئے اپنا لقب ابولہب اس لئے اختیار کیا کہ اس کے رخسار شعلہ زن تھے۔ اصل نام عبدالعزیٰ تھا عزیٰ کے بت کی مناسبت سے خود ابولہب اختیار کیا اس کے مآل کے اعتبار سے خوب فٹ رہا۔

اسلام کا پہلا تبلیغی مرکز

حضرت سعدؓ کے ہاتھوں ایک مشرک کے سر پھٹول اور حضرت طلیبؓ کے ہاتھ سے ابوجہل کی درگت کے باعث کافر سراپا آتش زیرپا ہوگئے۔ وہ انگاروں پر لوٹنے لگے۔

چنانچہ حضرت ارقم مخزومیؓ جو اسلام لانے والوں میں سے ساتویں تھے اور بعض کے نزدیک گیارہویں بدر، و، احد کے تمام معرکوں میں شریک رہے اوائل میں اسلام ان کے گھر میں پناہ گزیں رہا۔ جب تک مسلمانوں کی تعداد چالیس تک نہیں پہنچ گئی۔ سیدنا فاروق اعظمؓ کے اسلام لانے کے بعد پھر تبلیغی سرگرمیاں اعلانیہ شروع ہوئیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

برملا تبلیغ کا حکم

آنحضرتؐ کی بعثت کو تین سال بیت گئے۔ اس عرصہ میں رازداری کے ساتھ تبلیغی کام جاری رکھا گیا اب چوتھے سال کے آغاز میں "فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین۔" نازل ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد "وأنذر عشیرتك الاقربین" نازل ہوئی۔ آپؐ نے مشرکین عرب اور پھر اپنے اعزہ کو جمع کیا۔ ان کو تبلیغ کی۔ ابولہب بپھر گیا اور سخت نازیبا کلمات کہے اور مارنے کے لئے پتھر اٹھایا۔ اس پر سورۃ ابولہب نازل ہوئی۔ ابولہب کی بیوی کو پتہ چلا کہ سورۃ لہب میں ہماری ہجو کی گئی ہے تو وہ آپؐ کو مارنے کے لئے پتھر لے کر دوڑی۔ آپؐ مسجد حرام میں تھے۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے درخواست کی کہ مبادا یہ آپؐ کو تکلیف نہ دے آپؐ نے فرمایا اطمینان خاطر رکھے یہ مجھے دیکھ نہ سکے گی۔ چنانچہ آپؐ سامنے تشریف فرما تھے۔ دیکھ نہ سکی۔ البتہ حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ آپؐ کے ساتھی نے میری ہجو کی ہے۔ اگر وہ مجھے مل جاتے تو میں ان کے پتھر دے مارتی۔ اس کے بعد آپؐ نے ہاشموں کا کھانا کیا۔ اب گھروں محلوں تک تبلیغ شروع ہوگئی۔

قریش کا اعتراض

قریش مکہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اگر کسی انسان کو نبی بنانا تھا تو مکہ یا طائف کے کسی بڑے رئیس مثلاً ولید بن مغیرہ قریشی کی یا عروہ بن مسعود ثقفی رئیس طائف کو نبی بناتا۔ قرآن مجید نے اسی کا جواب دیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہے جسے چاہے نواز دے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے کرم کو دیکھو کہ حضرت عروہ بن مسعود ثقفیؓ نے شرف صحابیت پایا اور آپؐ کی چاکری کی۔ ولید بن مغیرہ خود تو محروم رہا لیکن اس کے دو بیٹے ولید بن ولید اور خالد بن ولید نے شرف صحابیت پایا اور خالد نے تو زبان نبوت سے سیف من سیوف اللہ کا تمغہ حاصل کیا۔ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

عتیبہ کا انجام

عتیبہ نے آپؐ کی توہین کا ارتکاب کیا سراپا رحمت وعفو کے باوجود عتیبہ بن ابولہب کی بدتمیزی پر آپؐ کا دل بھر آیا۔ آپؐ نے بدعا کی "اللهم سلط علیه کلبا من کلابك" عتیبہ گھر گیا ابولہب باپ کو اپنی بدتمیزی اور آپؐ کی بدعا کرنے کا حال سنایا۔ ابولہب کا چہرہ فق ہوگیا، رنگ اڑگیا، گھبرا کر کہا بیٹا مجھے بہت تشویش ہے تم بچ نہ سکو گے۔ کچھ عرصہ بعد ابولہب اپنے قافلہ کے ساتھ تجارت کے لئے اسے لے گیا۔ رات کو عتیبہ کو پورے قافلہ سے اونچی جگہ پر سلادیا۔ شیر آیا پورے قافلہ کے مونہوں پر اپنے نتھنے رکھ کر سونگھے، کسی کو کچھ نہیں کہا۔ چھلانگ لگائی عتیبہ کو پکڑا۔ لوگوں کے شور کرنے تک اسے چیر کر ہلاک کردیا۔

قارئین! دیکھئے رب کی قدرت کے نظارے۔ اللہ تعالیٰ نے کونسی لیبارٹری اس شیر کے نتھنوں میں فٹ کردی تھی کہ پورے قافلہ کو چھیڑا تک نہیں اور گستاخ رسول عتیبہ

کو چھوڑا نہیں۔ ہر ایک کے منہ پر اپنے نتھنے رکھ کر سونگھ رہا تھا کہ کونسے منہ سے گستاخی رسولؐ کی بدبو آتی ہے؟ رب کریم کے فیصلوں کو دیکھوں کہ ابولہب کے باقی دو بیٹے اعتبہ، معتب مشرف بہ ایمان ہوئے۔ حنین وطائف کے معرکوں میں آپؐ کے ساتھ رہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

جبرائیل امین اصلی شکل میں

ترمذی کی روایت ہے کہ آپؐ نے جبرائیل امین سے فرمایا کہ اپنی شکل دکھائیے۔ وعدہ کے مطابق جیاد میں آپؐ تشریف لے گئے تو جبرائیل امین کو آپؐ نے آسمان کے مشرقی افق پر اس حیثیت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو بازو ہیں۔ قامت، جسم اور بازوؤں نے آسمان کے دونوں کنارے چھپا رکھے ہیں۔ اس پر سورۃ النجم کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔

حضرت عثمان بن عفانؓ

جب آپؐ نے اعلان نبوت کیا تم سیدنا عثمانؓ سفر پر تھے۔ واپسی پر سیدنا صدیق اکبرؓ نے دوستی کی بنا پر ان کو قبول اسلام کے لئے آنحضرتؐ کی خدمت میں جانے کے لئے وہ تیار ہو رہے تھے کہ اتنے میں آپ کا شانہ صدیقی پر تشریف فرما ہوئے۔ سیدنا عثمانؓ نے بیعت اسلام کی اور اپنا ایک واقعہ سنایا کہ اسی سفر میں شام سے واپسی پر ہم نے معان اور زرقاء کے درمیان قیام کیا۔ ہم پر نیند کی کیفیت طاری تھی تو کسی ہاتف نے آواز دی کہ "سونے والو جاگو۔ احمد نبی مکہ میں ظاہر ہو چکے ہیں" ہم مکہ میں آئے تو آپؐ کی نبوت کا تذکرہ سنا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت عثمانؓ کے چچا حکم بن ابوالعاص کو سخت ناگوار ہوا۔ حضرت عثمانؓ کو رسی سے باندھ کر مارا۔ اتنا ظلم کیا کہ مجبوراً حضرت عثمان کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی۔ سیدنا امیر معاویہؓ کے زمانہ میں مروان مدینہ کا حاکم تھا۔ اس کی درشت مزاجی اور عدوان مشہور تھا۔ ایک دن شوخی مزاج کے ساتھ ایک صحابی حویطبؓ بن عبدالعزیٰ سے پوچھا کہ بڑے میاں تم نے اسلام قبول کرنے میں تاخیر کیوں کردی۔ جوان تم پر سبقت لے گئے وہ طنز آمیز گفتگو پر فوراً بولے کہ دیر اس لئے ہوگئی کہ میں اسلام قبول کروں مگر تمہارا باپ حکم ہمیشہ روکتا رہا اور اس سعادت کے حصول میں روڑے اٹکاتا رہا۔ مروان خفیف ہوا تو خطیبؓ نے مزید فرمایا کہ تمہیں یہ بھی بتاؤں کہ سیدنا عثمانؓ کے اسلام قبول کرنے پر تمہارے باپ نے ان کو کتنی ایذائیں دی تھیں۔ مروان کی گردن جھک گئی اور حضرت حویطبؓ چادر جھاڑ کر چل دیئے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

حضرت سعد بن وقاصؓ

حضرت سعد بن وقاصؓ نے اسلام قبول کیا۔ عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔ سیدنا فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں ان کے ہاتھ پر ایران فتح ہوا۔ جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو والدہ نے قسم کھائی کہ جب تک تم اسلام ترک نہیں کرو گے میں کچھ نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی۔ آپ والدہ کے اطاعت شعار تھے لیکن ان کے ناروا طرز کو دیکھ کر بول اٹھے۔ تم ہزار دفعہ مر کر جیو اور پھر اور پھر مرو تو بھی میں اسلام نہیں چھوڑ سکتا۔ تین دن کے بعد ماں نے کھانا شروع کر دیا۔ کچھ دنوں بعد حضرت سعدؓ کے بھائی عامر بن وقاصؓ نے اسلام قبول کیا۔ والدہ نے پھر قسم کھائی۔ حضرت سعدؓ نے کہا اماں! عامرؓ کے لئے قسم کیوں کھاتی ہو۔ میرے لئے کیوں نہیں کھاتی۔ دونوں بھائیوں نے حبشہ کے لئے ہجرت کی پھر مدینہ آئے۔ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم)

حضرت مصعب بن عمیرؓ

مکہ مکرمہ کے خوبصورت حسین وجمیل خوش لباس جوان تھے۔ جب اسلام قبول کیا دیگر مصائب کے علاوہ والدین نے گھر سے نکال دیا یہ وقت بھی آیا کہ جسم پر جتنا لباس تھا سب پر پیوند تھے۔ ایک بار آپؐ نے یہ حالت دیکھی تو آبدیدہ ہوگئے اور دعاؤں سے نوازا۔

حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ

یتیم تھے چچا کے زیر تربیت تھے اسلام قبول کیا تو چچا نے سب کچھ حتیٰ کہ جسم کے کپڑے تک لے لئے اور گھر سے نکال دیا۔ لنگوٹ پہنے والدہ کے پاس آئے۔ انہوں نے ایک چادر دی تو اس کے دو حصے کر کے ایک کو تہہ بند اور دوسرے کو اوپر لپیٹ لیا۔ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ پہلے پوری بات سن چکے تھے۔ حضرت عبداللہؓ کو دیکھ کر آپؐ نے تبسم فرمایا اور فرمایا تم ذوالبجادین ہو (دو چادروں والے) حضرت عبداللہؓ کے لئے یہ لقب ہفت اقلیم کی بادشاہت سے بڑھ کر تھا۔

●●●

حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ

سلف کا خوف آخرت

خوف آخرت ہی درحقیقت گناہوں سے بچانے کا ذریعہ ہے۔ دلوں میں خوف آخرت کی روح جب تازہ تھی اور آخرت کی جواب دہی کا جذبہ غالب تھا تو مسلمان کے اخلاق واعمال آج سے مختلف تھے، ان کی زندگی ایمان وعمل کی ضیاپاشیوں سے منور تھی۔

لیکن آج یہ جذبہ سرد پڑ چکا ہے، اسی لئے ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوب چکی ہے۔ ہمارے سلف خوف آخرت کے جذبے سے سرشار تھے۔ اس مختصر مضمون میں اس سلسلے کے چند واقعات کی نشان دہی کی کوشش کی گئی ہے۔ شاید ہمارے دل بھی اس متاع گم شدہ سے دوبارہ بہرہ ور ہو جائیں اور ہماری زندگیاں پھر سے حیات نو حاصل کرلیں۔

ہمارے اسلاف کرام، صحابہ، تابعین، ائمہ کی صفات کا سرچشمہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تھی، بلکہ ان نفوس قدسیہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی صفات کا عکس تھا، اس لئے ہم اس سلسلے کی ابتدا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذکر جمیل سے کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، خاتم الانبیاء افضل رسل تھے، محبوب خاص تھے، تاہم خوف آخرت کا عالم یہ تھا کہ فرمایا کرتے کہ "مجھ کو کچھ نہیں معلوم کہ میرے اوپر کیا گزرے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی حضرت عثمان بن مظعونؓ نے جب وفات پائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تعزیت کو تشریف لے گئے، نعش رکھی تھی۔ ایک عورت نے نعش کی طرف مخاطب ہو کر کہا، خدا گواہ ہے کہ خدا نے تجھ کو نوازا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو کیوں کر معلوم ہوا! بولیں، خدا نے ان کو نہیں نوازا تو اور کس کو نوازے گا؟ ارشاد ہوا کہ مجھ کو بھی ان کی نسبت بھلائی کی توقع ہے، لیکن پیغمبر ہو کر بھی نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔

حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے بال پکنے لگے، فرمایا مجھے سورۃ ہود، واقعہ، مرسلات اور عم یتساءلون نے بوڑھا کر دیا، (ان سورتوں میں قیامت، حشر نشر کے واقعات مذکور ہیں)

ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ جب دو تہائی رات گزر جاتی تو یہ الفاظ ادا فرماتے "لوگو! خدا کو یاد کرو، خدا کو یاد کرو، زلزلہ آرہا ہے، اس کے پیچھے پیچھے آنے والا آرہا ہے، موت اپنے سامان کے ساتھ آپہنچی، موت اپنے سامنے کے ساتھ آپہنچی ہے۔"

ایک دوسری روایت میں زیادہ تفصیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے:

"میں ایسی چیزوں کو دیکھتا ہوں جن کو تم نہیں دیکھتے اور ایسی باتوں کو سنتا ہوں جن کو تم نہیں سنتے، آسمان چرچرا رہا ہے اور اس کو چرچرانا چاہئے، چار انگل جگہ بھی ایسی نہیں ہے کہ جہاں کوئی فرشتہ اپنی پیشانی رکھے ہوئے سجدے میں نہ ہو، بخدا جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے ہوتے تو ہنستے کم اور روتے زیادہ، عورتوں سے لذت کوشی نہ کرتے اور جنگلوں کی طرف اللہ کا نام لیتے ہوئے نکل کھڑے ہوتے۔"

اس حدیث کے راوی حضرت ابوذر غفاریؓ ہیں انہوں نے جب اس کو سنا تو فرمانے لگے کاش میں ایک درخت ہوتا، جس کو کاٹ کر پھینک دیا جاتا۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت مؤثر خطبہ دیا اور اس میں ارشاد فرمایا:

"اے جماعت قریش! اپنی آپ خبر لو، میں تم کو خدا سے نہیں بچا سکتا، اے

بنی عبد مناف! میں تم کو بھی خدا سے نہیں بچا سکتا، اے عباس بن عبدالمطلب! میں تم کو بھی خدا سے نہیں بچا سکتا، اے صفیہ! رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی میں تجھ کو بھی خدا سے نہیں بچا سکتا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہؓ میں تجھ کو بھی خدا سے نہیں بچا سکتا۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ کچھ لوگ ہنس رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اگر موت کو یاد رکھو تو اس طرح سے نہ ہنسو، موت کو یاد رکھو، قبر ہر روز کہتی ہے۔ میں تنہائی کا گھر ہوں، میں مٹی کا گھر ہوں مومن دفن ہوتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے خوش آمدید میری پشت پر چلنے والوں میں تو مجھے سب سے زیادہ محبوب تھا، اب جب کہ تو میرے قبضے میں آیا ہے تو دیکھے گا کہ میں تیرے ساتھ کیا معاملہ کرتی ہوں، اس کے بعد زمین میں تا حد نگاہ وسیع وفراخ ہو جاتی ہے اور اس کے لئے جنت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

اور جب کوئی گنہگار کافر بندہ دفن ہوتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے تو میری پشت پر چلنے والوں میں سب سے زیادہ ناپسند تھا، اب جب کہ تو میرے قبضے میں آیا ہے تو دیکھے گا کہ میں تیرے ساتھ کیا معاملہ کرتی ہوں، اس کے بعد قبر اس کو دبا لیتی ہے، یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں داخل ہو جاتی ہیں اور اس کو ڈسنے کے لئے ستر سانپ مقرر کر دیئے جاتے ہیں، اگر ان میں سے ایک سانپ بھی زمین پر اپنی پھنکار مار دے تو قیامت تک زمین میں کچھ نہ اُگے، یہ ستر سانپ اس کو ڈستے رہتے ہیں اور نوچتے رہتے ہیں تاوقتیکہ حساب وکتاب کا وقت آ جائے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔"

ایک دفعہ اعراب بادیہ کا مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اتنا ہجوم ہوا کہ آپ پسنے کے قریب ہو گئے، مہاجرین نے اٹھ کر لوگوں کو ہٹایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکل کر حضرت عائشہؓ کے حجرے میں تشریف لائے اور تقاضائے بشری سے بددعا زبان سے نکل گئی، فوراً قبلہ رخ ہو کر دونوں ہاتھ خدا کی بارگاہ میں اٹھائے اور دعا کی خدایا میں انسان ہوں۔ اگر تیرے بندے کو مجھ سے تکلیف پہنچے تو مجھے آخرت میں سزا نہ دینا۔

خوف آخرت اور خشیت الٰہی سے آپ پر اکثر رقت طاری رہتی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ آیت پڑھی "فکیف اذا جئنا من کل امة بشهید وجئنا بك علی هولاء شهیدا" تو بے اختیار چشم مبارک سے آنسو جاری ہو گئے۔

نماز میں بھی رقت طاری رہتی اور آنسو جاری ہو جاتے، عبداللہ بن شخیرؓ ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک بار خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا، دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مشغول ہیں، آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور قلب مبارک سے ہانڈی کے ابلنے کی طرح آواز آ رہی ہے۔

ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازے میں شریک تھے، قبر کھودی جا رہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے کنارے بیٹھ گئے، یہ منظر دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس قدر رقت طاری ہوئی کہ آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی، پھر فرمایا بھائیو اس دن کے لئے سامان کر رکھو۔

ایک دفعہ کسی غزوے سے تشریف لا رہے تھے، راہ میں ایک پڑاؤ ملا، کچھ لوگ بیٹھے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم کون ہو؟ بولے ہم مسلمان ہیں، ایک عورت بیٹھی چولھا سلگا رہی تھی، پاس ہی اس کا لڑکا تھا۔ آگ خوب روشن ہو گئی اور بھڑک گئی تو وہ بچے کو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور بولی آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ ارشاد ہوا، ہاں! بے شک! پھر اس نے کہا کیا ایک ماں اپنے بچے پر جس قدر مہربان ہے کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر

اس سے زیادہ مہربان نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں بے شک، اس نے کہا تو ماں تو اپنے بچے کو آگ میں نہیں ڈالتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گریہ طاری ہو گیا، پھر سر مبارک اٹھا کر فرمایا، خدا اس بندے کو عذاب دے گا جو سرکش اور متمرد ہے، خدا سے سرکشی کرتا ہے اور اس کو ایک نہیں کہتا۔

ابن ابی ہالہ کی ایک طویل حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (آخرت) کے غم میں متواتر مشغول رہتے (ذات وصفات باری تعالیٰ یا امت کی بہبود کے لئے) ہر وقت سوچ میں رہتے، ان امور کی وجہ سے کسی وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے فکری اور راحت نہیں ہوتی تھی۔

حضرت صدیق اکبرؓ

حضرت ابو بکر صدیقؓ جو جماعت صحابہ میں سب سے زیادہ اسرار شریعت کے محرم اور روح اسلامی کے دانائے راز تھے، ان پر خوف آخرت اور خشیت الٰہی کا اتنا غلبہ رہتا تھا کہ نماز کی حالت میں چوب خشک نظر آتے تھے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نواسے عبداللہ بن الزبیرؓ میں اس طرح کھڑے رہتے تھے کہ وہ ایک خشک لکڑی معلوم ہوتے تھے، کسی نے ان سے دریافت کیا کہ آپ نے یہ نماز کہاں سے سیکھی، کہا حضرت ابو بکرؓ سے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ سرسبز درخت دیکھتے تو فرماتے "کاش میں درخت ہوتا کہ آخرت کے خطروں سے محفوظ رہتا۔" چڑیوں کو چہچہاتے دیکھتے تو فرماتے۔ "پرندو! تم خوش نصیب ہو کہ دنیا میں چرتے، چہکتے اور درختوں کے سایہ میں بیٹھتے ہو اور قیامت کے محاسبے کا کوئی خطرہ نہیں کاش ابو بکر تمہاری طرح ہوتا۔"

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کفار مکہ کے ظلم سے تنگ آ کر حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا، برک الغماد، جو مکہ معظمہ سے یمن کی سمت پانچ دن کی راہ ہے وہاں تک پہنچے تھے کہ ابن الدغنہ سے ملاقات ہو گئی، جو قبیلہ قارہ کا رئیس تھا، اس نے پوچھا کہاں؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا میری قوم مجھ کو رہنے نہیں دیتی، چاہتا ہوں کہ کہیں الگ جا کر خدا کی عبادت کروں، ابن الدغنہ نے کہا، یہ نہیں ہو سکتا کہ تم جیسا شخص مکے سے نکل جائے میں تم کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔

حضرت ابو بکر الصدیقؓ اس کے ساتھ واپس آئے، ابن الدغنہ مکہ پہنچ کر تمام سرداران قریش سے ملا اور کہا کہ ایسے شخص کو نکالتے ہو جو مہمان نواز ہے، مفلسوں کا مددگار ہے، رشتہ داروں کو پالتا ہے، مصیبتوں میں کام آتا ہے۔

قریش نے کہا لیکن شرط یہ ہے کہ ابو بکر نمازوں میں چپکے چپکے جو چاہیں پڑھیں، آواز سے قرآن پڑھتے ہیں تو ہماری عورتوں اور بچوں پر اثر پڑتا ہے۔

حضرت ابو بکرؓ نے چند روز یہ پابندی اختیار کی، لیکن آخر انہوں نے گھر کے پاس ایک مسجد بنا لی اور اس میں خضوع وخشوع کے ساتھ بآواز بلند قرآن پڑھتے تھے چونکہ آپ نہایت رقیق القلب تھے، قرآن پڑھتے تو بے اختیار روتے، عورتیں اور بچے ان کو دیکھنے سے اور متاثر ہوتے، قریش نے ابن الدغنہ سے شکایت کی، اس نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ اب میں تمہاری حفاظت کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا، حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا مجھے خدا کی حفاظت کافی ہے، میں تمہارے جوار سے استعفاء دیتا ہوں۔

ایک دفعہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پانی مانگا، خادم شہد ملا ہوا پانی لے کر حاضر ہوا، آپ نے منہ سے ابھی قریب بھی نہیں کیا تھا کہ رونے لگے اور اتنا روئے کہ پاس بیٹھنے والوں کو بھی رلا دیا، جب رونا کم ہوا تو پھر گلاس منہ سے لگایا، پھر رونے لگے اور اس قدر روئے کہ لوگ سمجھے جان جان آفریں کے سپرد کر دیں گے دیر تک روتے رہے، افاقہ ہوا تو لوگوں نے رونے کا سبب دریافت کیا، آپ نے فرمایا:

"میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا جا رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کو اپنے سے دور کر رہے ہیں، حالانکہ اس وقت بظاہر کوئی چیز سامنے نظر نہیں آ رہی تھی، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم آپ کس چیز کو دور کر رہے ہیں؟ بظاہر تو کوئی چیز نظر نہیں آ رہی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''یہ دنیا آراستہ و پیراستہ ہو کر میرے سامنے آئی ہے اس کو اپنے سے دور کر رہا ہوں۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''دنیا میرے پاس سے یہ کہتی ہوئی چلی گئی کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے محفوظ رہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے مجھ سے محفوظ نہیں رہیں گے۔''

حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا میں اس بات سے روتا ہوں کہ کہیں دنیا میرے پاس تو نہیں آ گئی۔

حضرت صدیق اکبرؓ کے خطبات دنیا کی بے ثباتی او ر آخرت کی طرف میلان سے پر ہوتے تھے، ایک خطبے میں ارشاد فرمایا:

''کہاں ہیں وہ خوبصورت چہرے والے جن کو اپنی جوانی و شباب پر ناز تھا؟ کہاں ہیں وہ عظیم بادشاہ، جنہوں نے شہر بسائے اور ان کو ناقابل تسخیر دیواروں سے محفوظ کیا؟ کہاں ہیں وہ لوگ جو میدان جنگ میں داد شجاعت دیتے تھے؟ آج زمانے نے ان کو پیس کر رکھ دیا ہے اور پستی کے اندھیروں میں ڈال دیا۔

حضرت فاروق اعظمؓ

فاروق اعظم حضرت عمرؓ کے حق میں حافظ ذہبیؒ نے کہا ہے۔

''حضرت عمرؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی بدولت اسلام کو قوت و شوکت عطا فرمائی، شہروں اور ملکوں کو ان کے ذریعے فتح کیا، وہ صدق کا پیکر تھے، ان کی زبان پر حق جاری کیا گیا اور انہیں فراست عطا کی گئی، جن کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمرؓ ہوتے، یہی ہیں جن سے شیطان نے راہ فرار اختیار کی اور ایمان و اسلام نے بلندی پائی اور اذان کا اعلان ہوا۔

حضرت فاروق اعظمؓ کے رگ و پے میں خوف آخرت اور خشیت الٰہی جاری و ساری تھی، اس کے مواخذہ کے خوف سے لرزہ اندام رہتے تھے، کہ اگر آسمان سے ندا آئے کہ ایک آدمی کے سوا تمام دنیا جنتی ہے تب بھی مواخذہ کا خوف دل سے زائل نہیں ہوگا کہ شاید وہ ایک بدقسمت انسان میں ہی ہوں۔

ایک مرتبہ راہ سے تنکا اٹھا کر فرمایا کاش! میں بھی خس و خاشاک ہوتا، کاش میں پیدا ہی نہیں ہوتا کاش میری ماں مجھے نہ جنتی۔

ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے پوچھا، کیوں، ابو موسیٰ اس پر راضی ہو کہ ہم لوگ اسلام اور ہجرت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کے طفیل میں برابر سرابر چھوٹ جائیں، نہ عذاب ملے نہ ثواب؟ ابو موسیٰ اشعریؓ نے کہا، میں تو اس پر راضی نہیں ہوں، ہم لوگوں نے نیکیاں کی ہیں، اس کے صلے میں امید رکھتے ہیں، فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں عمر کی جان ہے میں تو صرف اس قدر چاہتا ہوں کہ بے مواخذہ چھوٹ جاؤں۔

نماز میں عموماً ایسی سورتیں پڑھتے تھے جن میں قیامت کی ہولناکی اور خدا کی عظمت و جلال کا ذکر ہوتا، انہیں پڑھ کر زار زار روتے تھے۔

ایک مرتبہ جمعے کے خطبے میں اذا الشمس کورت پڑھی جب علمت نفس ما احضرت پر پہنچے تو اس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔

عبداللہ بن عیسیٰؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے چہرے پر کثرت گریہ و بکاء سے دو لکیریں پڑ گئی تھیں، تلاوت قرآن کے وقت اس قدر روتے تھے کہ ہچکی بندھ جاتی تھی۔ گر پڑتے تھے اور بیمار ہو جاتے تھے۔ حتیٰ کہ لوگ عیادت کو آتے تھے۔

آپ کے صاحب زادے حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی، میں تین صف پیچھے تھا، لیکن آپ کے رونے کی آواز مجھے آ رہی تھی۔

آخرت کی جواب دہی کا اس قدر خوف تھا کہ فرمایا کرتے:

''اگر فرات کے کنارے کوئی بکری بلاوجہ مر جائے، تو مجھے ڈر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں مجھ سے آخرت میں سوال کرے گا۔''

●●

قبر کے راہی

مولانا عبداللطیف مسعود

۱.....فرمایا! رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنے قریب المرگ افراد کے پاس سورہ یاسین کی تلاوت کیا کرو۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۱)

۲.....فرمایا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس آدمی کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ ایک روایت میں ہے کہ نزع والے آدمی کو یہ کلمہ تلقین کیا کرو۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۱، ۱۴۰)

۳.....فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قریب المرگ افراد کو ان کلمات کی تلقین کیا کرو۔ (یعنی اس کے پاس پڑھو تا کہ وہ بھی پڑھنے لگے) ''لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم سبحان اللہ رب العرش العظیم الحمد للہ رب العالمین۔''

صحابہ کرامؓ عرض کرنے لگے کہ اے خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات زندوں کو تعلیم کرنے کا کیا حکم ہے؟ فرمایا ''اجود اجود۔'' یعنی بہت ہی بہتر ہوگا۔ انتہائی مفید ہوگا۔ (۱۴۱)

۴.....فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم مریض یا قریب المرگ آدمی کے پاس جاؤ تو اچھی بات کہا کرو۔ کیونکہ فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔

۵.....حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ایک قریب الموت نوجوان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا ''کیف تجدک'' یعنی تو اپنے آپ کو کیسے محسوس کرتا ہے؟ عرض کیا کہ میں خدا سے امیدوار ہوں اور مجھے گناہوں کا بھی کھٹکا لگا ہوا ہے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی کے دل میں اس موقع پر یہ دو کیفیتیں جمع ہو جائیں تو خداوند قدوس اس کی امید پوری فرماتا ہے اور اسے اس کے خوف و ہراس سے محفوظ فرما دیتا ہے۔ یعنی اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ (ص ۱۴۰)

۶.....حسن خاتمہ کی ایک نمایاں علامت: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن کی پیشانی مرتے وقت عرق آلود ہو جاتی ہے۔ یعنی اسے پیشانی پر پسینہ آ جاتا ہے۔ (۱۴۰)

۷.....فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ موت کی تمنا نہ کیا کرو۔ کیونکہ موت کی شدت نہایت سنگین ہے اور سعادت مندی یہ ہے کہ بندہ کی عمر طویل ہو اور اللہ اس کے ساتھ اسے رجوع الی اللہ کی دولت نصیب فرمائے۔ (۱۴۰)

۸.....فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کی خطاؤں کا بدلہ اسے جلدی دنیا میں ہی دے دیتے ہیں (اور وہ پاک صاف ہو کر رخصت ہوتا ہے) اور جب کسی سے بھلائی کا ارادہ نہیں فرماتے تو اس کے گناہوں کی سزا موخر کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اسے قیامت میں پوری پوری سزا دیں گے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۶)

۹.....فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن مرد اور مومنہ عورت مسلسل اپنی ذات، مال اور اولاد کے بارے میں زیر ابتلا و آزمائش رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ جب وہ خدا کے حضور پیش ہوتے ہیں تو ان کے نامہ اعمال میں کوئی بھی گناہ نہیں ہوتا۔ (۱۳۶)

۱۰.....فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کسی بندہ کے حق میں درگاہ الٰہی سے کسی مقام کا فیصلہ ہو چکتا ہے مگر اس کے اعمال حسنہ کی وہاں تک رسائی نہیں ہو سکتی تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی جان، مال اور اولاد کے سلسلہ میں آزمائش سے دوچار کر دیتے ہیں پھر اس معاملہ میں اسے صبر و برداشت بھی عنایت فرماتے ہیں۔ یہاں

تک کہ وہ اپنے مقرر شدہ مقام میں پہنچ جاتا ہے جو رب کریم نے اسے عطا فرمایا ہوتا ہے۔(۱۳۷)

۱۱.....فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مومن پیٹ کی کسی تکلیف (مثلاً درد، ہیضہ، کینسر، یا عورت وضع حمل کی صورت) میں فوت ہوجائے تو اسے عذاب قبر سے محفوظ کردیا جاتا ہے۔ (ص ۱۳۷)

۱۲.....سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اطہر میں ایک صاحب فوت ہوگئے تو ایک شخص نے کہا کہ کیسا مبارک اور خوش نصیب ہے کہ بلا مرض اور تکلیف کے چل بسا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا بھلا ہو، تجھے کیا معلوم کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے کسی بیماری میں مبتلا کرتا تو اس کے گناہ کا کفارہ ہوجاتا۔ (ص ۱۳۷)

اسی جیسی احادیث بکثرت ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل حقیقت مالک حقیقی ہی جانتا ہے۔

بددیانتی اور ملاوٹ کرنے والے کا انجام

عبدالحمید بن محمودؒ سے منقول ہے کہ ہم حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ کے پاس کچھ لوگ آئے اور کہنے لگے کہ ہم لوگ حج کے لئے چلے تھے اور ہمارے ساتھ ایک ہمارا ساتھی تھا۔ جب ہم ذات الصفاح نامی مقام پر پہنچے تو ہمارا وہ ساتھی فوت ہوگیا۔ ہم نے اس کا غسل وکفن کیا پھر چلے اور قبر کھودی اور لحد بنائی تو جب ہم لحد سے فارغ ہوئے تو ہم نے ایک ایسا سیاہ ناگ دیکھا جس نے تمام لحد کو پر کردیا تھا۔ ہم نے وہ قبر چھوڑ کر اور جگہ قبر تیار کی جب ہم لحد سے فارغ ہوئے تو پھر وہی ناگ والا معاملہ سامنے آگیا۔ اب ہم اسے چھوڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں تو حضرت عبداللہؓ نے فرمایا یہ بددیانتی اور چوری کا معاملہ ہے جس کا یہ عادی تھا۔

بیہقیؒ کے الفاظ یوں ہیں کہ یہ اس کا عمل تھا جسے یہ کیا کرتا تھا۔ تم جاؤ اسے کسی بھی قبر میں دفن کردو مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر تم ساری روئے زمین بھی کھود ڈالو گے پھر بھی اس ناگ سے چھٹکارا نہیں پاسکتے۔ (العیاذ باللہ!) ہم نے واپس جاکر اسے انہی کھودی ہوئی قبروں میں سے کسی ایک میں دفن کردیا۔ پھر بعد از فراغت حج وطن واپس آکر اس کی بیوی سے دریافت کیا کہ تمہارا خاوند کیا عمل کیا کرتا تھا؟ وہ کہنے لگی کہ وہ غلہ فروخت کیا کرتا تھا لیکن اس میں سے گھر کی ضرورت کا غلہ نکال کر اتنا اس میں دوسری چیزوں کی ملاوٹ کردیا کرتا تھا۔ العیاذ باللہ العظیم!

بعض مشائخ دمشق کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہم حج کے لئے چلے تو ہمارا ایک ساتھی راستہ ہی میں فوت ہوگیا۔ ہم نے کسی بستی سے قبر کھودنے کے لے کدال مانگا اور اسے دفن کردیا لیکن کدال قبر میں ہی بھول گئے۔ پھر ہم نے کدال نکالنے کے لئے قبر اکھاڑی تو دیکھا کہ اس آدمی کی گردن، ہاتھ اور پاؤں سب اکٹھے کرکے کدال کے حلقے میں اکٹھے کردیئے ہیں۔ ہم نے اس پر مٹی ڈال کر برابر کردیا اور کدال والوں کو اس کی قیمت ادا کرکے راضی کرلیا۔ واپس وطن جاکر ہم نے اس کی بیوی سے معاملہ دریافت کیا تو اس نے کہا کہ ایک مالدار آدمی اس کا دوست بن گیا تھا۔ اس نے اسے قتل کرکے اس کے مال پر قبضہ کرلیا اور اس مال سے یہ حج بھی کرتا اور جہاد بھی۔
(شرح الصدور-ص ۲۷)

حضرت انس بن مالکؓ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوطلحہؓ کے باغ میں تشریف فرما تھے۔ حضرت بلالؓ آپ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ اس اثنا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گزرے تو فرمانے لگے اے بلالؓ کیا تو سن رہا ہے جو میں سن رہا ہوں۔ اس قبر والے کو عذاب ہورہا ہے۔ (العیاذ باللہ!) دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ صاحب قبر یہودی ہے۔ (مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عذاب قبر تین چیزوں سے ہوتا ہے۔ غیبت، چغلی

اور پیشاب سے پرہیز نہ کرنا۔ لہٰذا تم ان چیزوں سے احتیاط کرنا۔ (بیہقی)

حضرت ام مبشرؓ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عذاب قبر سے خدا کی پناہ طلب کرو۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا لوگوں کو قبر میں عذاب ہوگا؟ فرمایا ہاں! ایسا عذاب ہوتا ہے کہ جس کو جانور بھی سنتے ہیں۔ (احمد ابن حبان)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے منقول ہے کہ میں ایک سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ آپ اپنی سواری پر تھے۔ اچانک وہ بدک گئی تو میں نے عرض کیا کہ اے خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی سواری کو کیا ہوا کہ وہ بدک گئی۔ فرمایا اس نے ایک قبر والے کے عذاب کو سنا تو بدک گئی۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

ابن ابی شیبہؒ عکرمہؒ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "کما یئس الکفار من اصحاب القبور" کے بارہ میں انہوں نے کہا کہ کفار جب قبروں میں پہنچتے ہیں اور وہ ذلت ورسوائی ملاحظہ کرتے ہیں جو خدا نے ان کے لئے تیار کررکھی ہے تو وہ خدا کی رحمت سے مایوس ہوجاتے ہیں۔

ابوجہل اور عذاب قبر

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ اس اثناء میں کہ میں مقام بدر کے نواح میں چل رہا تھا کہ اچانک ایک شخص ایک گڑھے سے باہر نکلا۔ اس کے گلے میں زنجیر پڑی ہوئی تھی۔ اس نے مجھے آواز دی کہ اے عبداللہ مجھے پانی پلائیے۔ مجھے معلوم نہ ہوسکا کہ وہ میرا نام جانتا ہے یا اس نے عرب کے رواج کے مطابق مجھے یا عبداللہ (اے بندہ خدا) کہہ کر پکارا ہے۔ اس کے بعد اسی گڑھے سے ایک اور آدمی ہاتھ میں کوڑا لئے برآمد ہوا۔ اس نے پکار کر کہا اے بندہ خدا اسے پانی نہ پلانا کیونکہ یہ کافر ہے۔ پھر اس کو کوڑا مار کر دوبارہ گڑھے میں داخل کردیا۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ ماجرا عرض کردیا تو فرمایا کیا تم نے دیکھا۔ میں نے عرض کیا ہاں! تو فرمایا یہ خدا کا دشمن ابوجہل تھا اور اس کو قیامت تک یہی عذاب ہوتا رہے گا۔ (طبرانی)

حضرت عبداللہ ابن عمروؓ کا بیان ہے کہ میں ایک دفعہ دوران سفر اہل جاہلیت کے قبرستان کے پاس سے گزرا تو دیکھا کہ مالک قبر سے ایک آدمی نکلا جس کی گردن میں آگے زنجیر دہک رہی ہے اور میرے پاس پانی کا ایک برتن تھا جب اس نے مجھے دیکھا تو پکار کر کہا کہ اے بندہ خدا! ذرا پانی پلانا۔ پھر اچانک اس کے پیچھے پیچھے ایک اور آدمی قبر سے نکلا۔ اس نے کہا کہ اے بندہ خدا اسے پانی نہ پلانا یہ تو کافر ہے۔ پھر اس کو کوڑے سے مارا اور اس نے زنجیر کو کھینچ کر اسے دوبارہ قبر میں داخل کردیا۔ پھر میں رات کو ایک بڑھیا کے ہاں ایسے مکان میں ٹھہرا جس کے ساتھ ایک قبر تھی۔ میں نے اس قبر سے آواز سنی کہ وہ صاحب کہہ رہا تھا کہ "بول ومابول شن وماشن" یعنی پیشاب کیا ہی خطرناک ہے پیشاب۔ میں نے بڑھیا سے پوچھا یہ کیا ماجرا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ میرا خاوند تھا۔ یہ پیشاب سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔ میں اس کو کہتی تیرا ناس ہو کہ جب اونٹ بھی پیشاب کرتا ہے تو وہ بھی (پیشاب سے بچنے کے لئے) ٹانگیں کشادہ کرلیتا ہے (تو کیوں نہیں بچتا) وہ پھر بھی پرواہ نہیں کرتا۔ اب مرنے کے دن سے لے کر آج تک یہی رٹ لگاتا رہتا ہے۔ بول ومابول شن وماشن۔ میں نے دریافت کیا کہ شن کیا ہے۔ وہ کہنے لگی کہ ایک دفعہ ایک پیاسا آدمی آیا اور اس نے اس سے پانی مانگا اس نے کہا کہ مشکیزے کی طرف جاؤ۔ وہ مشکیزے کے پاس گیا تو وہ بالکل خالی تھا۔ اس پر وہ آدمی گرا اور مرگیا۔ اس لئے وہ اسی دن سے یہ رٹ لگا رہا ہے کہ شن وماشن۔ میں نے واپس آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ قصہ سنایا تو آپ نے تنہا سفر کرنے سے روک دیا۔
(شرح الصدور بحال الموتی والقبور۔ ص ۶۷)

ناظرین کرام!

مندرجہ بالا روایات سے واضح ہوتا ہے کہ عذاب قبر کے باعث یہ امور ہیں۔ بوقت پیشاب ان کے چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنا یا بغیر استنجا کے اٹھ کھڑا ہونا کہ کپڑا گندا ہوجائے۔ آج کل کی تہذیب کے دلدادہ لوگوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں کہ جو بوجہ انگریزی لباس (پینٹ وغیرہ) بیٹھ کر پیشاب نہیں کرتے اور نہ کرسکتے ہیں۔ ان کی اس حالت زار پر نہایت افسوس ہے۔ کاش! کہ وہ لوگ اس طرف توجہ دیں۔ آخر ایک دن مر کر قبر میں داخل ہونا ہے۔ وہاں پھر یہ تہذیب یہ آن بان یہ عہدے اور گریڈ وغیرہ کچھ کام نہ آئیں گے۔ وہاں تو صرف اچھا کردار اور صحیح عقیدہ ہی کام آئے گا۔ اسی طرح غیبت، چغلی، دوسروں کی کردار کشی وتوہین وتذلیل وغیرہ امور بھی نہایت خطرناک ہیں۔ ان سب سے احتیاط از حد ضروری ہے۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

حضرت ہشام بن عروہؒ اپنے والد عروہؒ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ مکہ اور مدینہ کے درمیان چل رہے تھے۔ چلتے چلتے ایک قبرستان کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ ایک انسان ایک قبر سے باہر آیا جو آگ کی طرح دہک رہا ہے اور لوہے کی بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہے۔ اس نے پکار کر کہا کہ اے بندہ خدا مجھ پر کچھ پانی چھڑک دو۔ اے بندہ خدا مجھ پر پانی کے چند چھینٹے ماردو۔ اس کے بعد اسی جگہ سے ایک دوسرا آدمی نکلا وہ کہنے لگا اے بندہ خدا اس پر ہرگز پانی نہ چھڑکنا، ہرگز نہ چھڑکنا۔

یہ منظر دیکھ کر وہ سوار بے ہوش ہوگیا۔ اگلی صبح تک اس کی یہ حالت ہوگئی کہ دہشت کے مارے اس کے بال سفید ہوگئے۔ یہ واقعہ حضرت عثمانؓ کی خدمت میں پیش ہوا۔ تو آپ نے (اتباع سنت میں) تنہا سفر کرنے سے منع کردیا۔

خیانت کی سزا

حضرت ابورافعؓ کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جنت البقیع (قبرستان مدینہ) کے پاس سے گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اف اف۔ میں نے خیال کیا کہ شاید مجھے کچھ اشارہ فرمارہے ہیں۔ لہٰذا میں نے عرض کیا کہ اے خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نئی بات واقع ہوئی ہے؟ فرمایا وہ کیا؟ میں نے عرض کیا کہ آپ نے مجھے اف اف فرمایا ہے۔ فرمایا نہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ صاحب قبر فلاں آدمی ہے۔ میں نے اسے فلاں قبیلہ سے صدقات وزکوٰۃ کی وصولی کے لئے بھیجا تھا۔ اس نے ایک زرہ رکھ لی تو اس کے بدلے اب اسے آگ کی زرہ پہنائی جارہی ہے۔ العیاذ باللہ! (رواہ احمد والنسائی والبیہقی وابن خزیمہ)

صحابیت بھی خیانت کاری میں موثر نہیں تو ہمارے شقی افعال اور لوگوں کی حق تلفیاں، تحفے، رشوتیں کیا کچھ رنگ لائیں گی۔

بے وضو نماز پڑھنے اور مظلوم کی امداد نہ کرنے کی سزا

حضرت عمرو بن شرجیلؓ کا بیان ہے کہ ایک آدمی فوت ہوگیا۔ لوگوں کا گمان تھا کہ وہ شخص پرہیزگار ہے۔ دفن کرنے کے بعد اس کے پاس عذاب والے فرشتے آئے اور کہنے لگے کہ ہم تجھے عذاب الٰہی کے سو درے لگائیں گے۔ وہ کہنے لگا کہ تم مجھے کس عمل کے بدلے کوڑے لگاؤ گے۔ میں تو بڑی احتیاط کرتا تھا اور پرہیزگار تھا۔ پھر کہا گیا کہ چلو پچاس ہی سہی حتیٰ کہ بحث ہوتی ہوتی ایک کوڑے تک نوبت پہنچ گئی تو جب اسے ایک کوڑا مارا گیا تو قبر سے آگ بھڑک اٹھی اور وہ آدمی بھسم ہوگیا۔ پھر اسے دوبارہ حاضر کیا گیا تو کہنے لگا کہ تم مجھے کس جرم میں مارتے ہو تو وہ کہنے لگے کہ تو نے فلاں فلاں وقت بلا وضو نماز پڑھی تھی اور فلاں وقت تو ایک مظلوم کے پاس سے گزرا تھا تو تو نے اس کی مدد نہ کی تھی۔ (اس کے بدلے میں تجھ پر سزا نافذ ہورہی ہے) ابن ابی شیبہ بحوالہ شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور للسیوطی۔ ص ۶۸ طبع مصر) العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ!

اللھم انی اعوذبك من غضبك وعذابك آمین!

باقی...........صفحہ ۳۴ پر

مولانا شعیب احمد بستوی

کیا جہیز سنت ہے؟

جہیز لینا اور دینا تو ایک سنت ہے۔ مسلمان بھائی کے ساتھ ہمدردی ہے، کتنی بڑی خیر خواہی ہے کہ فقیر اور محتاج لوگ جنہیں دو وقت کا کھانا بھی مشکل سے میسر آتا ہے ذرا سی دیر میں مال دار اور فارغ البال بن جاتے ہیں، کتنے افلاس زدہ مفلسی سے نجات پاجاتے ہیں۔ تنگی، ترشی، بے بسی اور پریشانی کی زندگی گزارنے والے خوش حال خوش پوشاک ہوجاتے ہیں، عیش وآرام کی زندگی میسر آجاتی ہے، در در کی ٹھوکریں کھانے سے نجات مل جاتی ہے، لوگوں میں عزت ووقار اور سوسائٹی میں اچھا مرتبہ مل جاتا ہے اور جو لوگ کل تک ان کے فقیر وافلاس کی وجہ سے ذلیل سمجھتے تھے وہ ان کی عزت کرنے لگتے ہیں۔

تو کیا سنت کو زندہ کرنا فقر وافلاس میں مدد کرنا کسی مسلمان کی عزت بچانا، بے بسوں کی بے بسی دور کرنا، غریبوں کی ہمدردی کرنا بری بات اور ناجائز حرکت ہے، نہیں ہرگز نہیں۔ یہ تو شریعت کا مطالبہ ہے جسے ہم پورا کررہے ہیں۔

لیکن یہ نعرہ کن لوگوں کا ہے اور زبانی ہمدردی وخیر خواہی کن کا شیوہ ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دین سے ناواقف، روح شریعت سے بے بہرہ، اسلامی معاشرے کے ناسور، دنیا کے حریص، مال ودولت کے پجاری ہیں جو اپنی اس ناجائز حرکت پر سنت نبوی، قومی ہمدردی، خیرسگالی کا لیبل لگا کر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور خود کو شریعت کی نگاہ میں مجرم ٹھہراتے ہیں اس میں وہ لوگ بھی ہیں جو عوام الناس کہلاتے ہیں اور وہ لوگ بھی ہیں جو اپنے کو خواص اور دین کا ٹھیکے دار بتاتے ہیں اور اپنے غلط افعال اور خسیس حرکتوں کی ناجائز تاویلیں کرتے ہیں۔

جہیز یہ عربی لفظ جہاز سے بنا ہے اور لغت کی مشہور کتاب مصباح اللغات میں لفظ جہاز کی تشریح یوں کی ہے "الجھاز للبیت او للمسافر وللعروس" یعنی جہاز کہتے ہیں گھر یا مسافر یا دلہن کے ضروری سامان کو، فارسی کی مشہور لغت غیاث اللغات میں لفظ جہیز کے معنی تقریباً یہی لکھے ہیں اور یہی فارسی لفظ اردو میں مستعمل ہیں۔

لغت کی اس تشریح کے ذریعے جہیز کی حقیقت بہت حد تک واضح ہوجاتی ہے کہ جہیز دراصل اس مختصر سامان کو کہتے ہیں جو دلہن کے ساتھ گھر کی ضروری چیزوں کے طور پر کیا گیا ہو اور اس کی حقیقت ویسی ہی ہو جیسی کسی مسافر کے سامان سفر کی ہوتی ہے، یعنی لباس، پوشاک، بستر وغیرہ اور بس معلوم ہوا کہ مروجہ جہیز لغت کے اعتبار سے جہیز کا مصداق نہیں۔ اب رہی بات سنت ہونے کی تو اگر اسلامی تاریخ اور خیر القرون کے عربی معاشرے کا بغور مطالعہ کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہاں کی شادیوں میں لڑکی کو رخصتی کے وقت ماں باپ کی طرف سے جہیز دینے کا کوئی ذکر نہیں ملتا، خود ہمارے آقا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد شادیاں کیں اپنی لڑکیوں کی شادیاں کیں لیکن کسی شادی میں جہیز کا کوئی ذکر نہیں ملتا صرف حضرت زینبؓ کی شادی میں ایک ہار اور حضرت فاطمہؓ کی شادی میں چند چیزوں کا ذکر ملتا ہے اور جو لوگ اسے سنت کہتے ہیں وہ ان ہی دونوں واقعوں سے دلیل پکڑتے ہیں۔

لیکن معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت زینبؓ کو جو ہار دیا گیا تھا وہ ان کی ماں حضرت خدیجہ نے دیا تھا نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور بعثت سے پہلے کا ہے۔

سیرت ابن ہشام میں تشریح ہے کہ ابوالعاص سے حضرت زینبؓ کی شادی قبل بعثت ہوئی تھی، لہٰذا اس کی دلیل بنانا کسی طرح درست نہیں، رہ گئی حضرت فاطمہؓ کی بات تو شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی مشہور کتاب "مدارج النبوۃ" میں حضرت

فاطمہ کی شادی سے متعلق جو روایتیں نقل فرمائی ہیں ان سے جہیز فاطمہؓ کی حقیقت واضح ہوجاتی ہے، اصل عبارت تو فارسی میں ہے، ہم اس کا اردو ترجمہ درج کرتے ہیں۔

روایات میں ہے کہ جب نکاح کا ارادہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ ہے، حضرت علیؓ نے کہا کہ ایک گھوڑا اور ایک زرہ۔ آپ نے فرمایا کہ گھوڑا تو تمہاری ضرورت کا ہے، زرہ کو بیچ کر اس کی قیمت میرے پاس لے آؤ۔ حضرت علیؓ نے وہ زرہ چار سو اسی درہم میں حضرت عثمانؓ کے ہاتھ فروخت کردی اور قیمت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لاکر رکھ دی۔ آپ نے ان میں سے ایک مٹھی درہم اٹھا کر حضرت بلال کو دیئے اور فرمایا کہ جاؤ اس سے خوشبو وغیرہ خرید لاؤ اور بقیہ رقم حضرت ام سلیم کو دے دی کہ اس کو جہیز فاطمہ اور ان کے گھر کے ضروری سامان میں خرچ کریں۔ معلوم ہوا کہ جہیز فاطمہ کا انتظام دراصل حضرت علیؓ ہی کی رقم سے ہوا تھا اور یہ اس لئے کہ حضرت علیؓ کے ولی اور سرپرست آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے اور اب تک حضرت علی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی تھے۔ حضرت علیؓ کے پاس نہ اپنا کوئی مکان تھا اور نہ کوئی سامان، سامان کا انتظام تو آقا نے اس طرح کرایا اور کرایہ کا مکان لے کر حضرت علیؓ نے اس میں رسم عروسی ادا کی، بعد میں حضرت حارثہ بن نعمان صحابیؓ نے اپنا مکان از خود بغیر کرائے کے دے دیا اور خود دوسری جگہ منتقل ہوگئے۔ پھر یہ جنتی جوڑا اس مکان میں منتقل ہوگیا۔ باقی آپ نے جو سامان دیا تھا اس کی فہرست بھی سن لیجئے۔ تاکہ مزید تسلی ہوجائے۔ ایک لحاف، ایک گدا جس میں روئی کے بجائے کسی درخت کی چھال بھری ہوئی تھی، دو چکی، مٹی کی دو گھڑے، ایک مشکیزہ، کل کائنات صرف پانچ چیزیں تھیں۔ (لاصابۃ فی تمیز الصحابہ ص ۸/۱۵۹ سیرت المصطفی ص ۲/۱۷۲، الترغیب والترہیب ص ۲/۲۶۰)

اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ آج کل کے جہیز کو سنت ثابت کرنے کے لئے حضرت فاطمہؓ کے نکاح کی آڑ لینا کہاں تک درست ہے اور اگر بالفرض مان لیں کہ جہیز دینا سنت اور حدیث سے ثابت ہے تو کیا یہی جہیز اور یہی طریقہ ہے جو ہم کرتے ہیں۔ اول تو رواجی جہیز میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ ہونے والے داماد کو کس چیز کی ضرورت ہے اور جو جہیز اسے دی جارہی ہے اسے اس کی ضرورت ہے یا نہیں۔ بلکہ اگر وہ بے حد خوش حال ہو اور ہر طرح کی چیز اس کے پاس موجود ہو، پھر بھی متعینہ چیزیں ضرور دیں گے چاہے وہ سامان داماد کے گھر پہنچ کر ضائع و بے کار ہی کیوں نہ ہوجائے اور عموماً ایسی چیزیں دیتے ہیں جس سے دینے والے کی شہرت اور نام ہو بہت سی چیزیں ایسی دی جاتی ہیں کہ پوری زندگی انہیں استعمال کی نوبت ہی نہیں آتی اور بہت سی چیزیں ایسی گھٹیا دی جاتی ہیں کہ ان سے نفع اٹھانا ہی دشوار ہوتا ہے چنانچہ دکاندار سے پہلے ہی کہہ دیا جاتا ہے کہ شادی میں دینے والا سامان دکھاؤ۔ یہ کہاں کی ہمدردی اور خیرخواہی ہے کہ اپنی لڑکی اور داماد کو ایسی چیزیں دی جائیں جس سے وہ نفع نہ اٹھا سکیں۔ اگر ہمدردی، خیرخواہی اور سنت ادا کرنے کی نیت ہوتی تو ضرورت کی چیزیں دی جاتیں نہ کہ اپنی ناک کی بلندی۔

دراصل یہ رسم ہندستانی معاشرے کی پیداوار۔ ہندوؤں کی رسم کی پیروی اور نقل ہے وہ لوگ اپنی لڑکیوں کی شادیاں کرکے گویا ہمیشہ کے لئے اسے رخصت کردیتے ہیں، شادی کے بعد ماں باپ بھائی بہن کی جائداد میں اس کا کوئی حق باقی نہیں رہتا۔ اس لئے جہیز کی شکل میں اس کا حصہ دے دیا جاتا ہے۔ مسلمانوں نے اسی کو اپنا لیا ہے۔ چنانچہ لڑکیوں کو ماں باپ، بھائی وغیرہ کی جائداد سے اس کا حصہ نہیں دیا جاتا جب کہ اسلام یہ نہیں کہتا، بلکہ جس طرح لڑکے کا حق ہے، اسی طرح میراث و جائداد میں شرعاً لڑکی کا بھی حق ہے۔

بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ بہن لیتی نہیں اس نے تو معاف کردیا، یاد رکھو، اس طرح معافی نہیں ہوتی، فقہا نے لکھا ہے کہ اگر کوئی وارث کہے ترکت حقی لم یبطل حقہ میں اپنا حق نہیں لیتا تو اس سے حق ساقط نہیں ہوتا بلکہ تقسیم کرکے اس کا حصہ اس کے

حوالے کردیا جائے، اس پر قبضہ کرنے کے بعد اگر وہ معاف کردے تب معاف ہوگا ورنہ نہیں اور اگر باپ اپنی زندگی میں جائداد تقسیم کرے تو لڑکیوں کو لڑکوں کے برابر دینا واجب اور ضروری ہے، کم دے گا تو باپ گناہگار ہوگا۔ جو لوگ لڑکی والوں سے جہیز کا مطالبہ کرتے ہیں وہ بھی سن لیں کہ شریعت نے عورت کی ضروریات کی ذمہ داری شوہر پر ڈالی ہے۔ عورت پر نکاح کا کوئی مالی بدل مقرر نہیں فرمایا بلکہ مرد پر لازم کیا گیا ہے، قرآن شریف میں اس کی صراحت ہے۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب فتاوی قاضی خاں میں ایک مسئلہ ذکر کیا گیا ہے۔

ایک شخص نے اپنی عورت کو طلاق دے دی، شوہر دوبارہ اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے لیکن عورت سے یہ شرط ٹھہراتا ہے کہ میرے اوپر جو تیرا مہر پہلے سے واجب ہے اسے معاف کردے یعنی ہدیہ کردے تب نکاح کروں گا۔ عورت نے ہدیہ کردیا اب وہ نکاح سے انکار کرتا ہے تو فرماتے ہیں کہ یہ باطل ہے چاہے وہ شرط پوری کرے یا نہ کرے یعنی اگر وہ نکاح بھی کرلیتا تو یہ مہر معاف نہیں ہوتا کیونکہ نکاح میں مالی عوض مرد پر لازم ہے۔ عورت پر کوئی عوض نہیں ہوتا۔ (قاضی خان علی الھندیہ ص ۱/۳۳۰)

اب آپ ہی بتایئے کہ شوہر الگ سے کوئی مطالبہ نہیں کررہا ہے بلکہ نکاح سابق کی وجہ سے جو حق مہر عورت کا واجب تھا اسے معاف کرنے کا مطالبہ کررہا ہے اور عورت نے معاف بھی کردیا پھر بھی کہتے ہیں کہ وہ معاف نہیں ہوا، ایسا مطالبہ غلط ہے۔ اب اگر نقد رقم یا سامان کا ہونے والے شوہر کی طرف سے مستقل مطالبہ ہو تو مسئلے کی سنگینی اور حرمت میں کتنی شدت آئے گی، اس کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں، شریعت نے شوہر پر مہر کو لازم قرار دیا ہے لیکن فقہا کہتے ہیں کہ اگر عورت کے اولیاء شوہر سے مہر کے علاوہ کوئی رقم لیں تو وہ مال حرام اور رشوت ہے چنانچہ شامی میں ہے:

ومن السحت ما یاخذ الصھر من الختن بسبب بتنۃ بطیب نفسہ حتی لو کان بطلبہ یرجع الختن بہ (شامی ۵/۲۷۲) خذ اھل المرأۃ شیئاً عند التسلیم للزوج ان یستردہ لانہ رشوۃ (شامی ۲/۳۶۶)

اب اگر شوہر یا اس کے اولیا عورت والوں سے سامان یا رقم لیں تو یہ بدرجہ اولیٰ رشوت ہوگی، کیونکہ عورت پر تو نکاح کا کوئی مالی عوض ہے ہی نہیں اور رشوت کا استعمال حرام ہوتا ہے۔ الرشوۃ لا تملک بالقبض (درمختار علی الشامی ص ۵/۲۷۲)

حدیث کی رو سے بھی یہ مال جہیز حلال نہیں، حدیث میں ہے:

کسی شخص کا مال بغیر اس کی دلی رضامندی اور خوشی کے حلال نہیں دنیا جانتی ہے کہ جہیز میں جو کچھ دیا جاتا ہے وہ مجبوراً معاشرے کے دباؤ بے عزتی کے خوف، بدنامی و ہتکی کے ڈر سے دل پر جبر کرکے چار و ناچار بعض دفعہ سودی قرض لے کر دیتے ہیں، ایسا مال لینے والے کے لئے کیسے حلال ہوسکتا ہے۔ چنانچہ یہ مال و اسباب عموماً اتنی جلد ختم، بےکار و ضائع ہوجاتا ہے کہ پتہ بھی نہیں لگتا کہ کب آیا اور کب ختم ہوا اور اس کا مصداق ہوجاتا ہے۔

مال حرام بود بجائے حرام رفت

ہاں اگر کسی طرف سے کوئی مطالبہ صاف لفظوں اور اشاروں کنایوں میں بھی نہ ہو اور دینے والے کا مقصد صرف ہمدردی اور خیرخواہی ہو، نام و نمود اور دکھاوا مقصود نہ ہو، بخوشی اور بہ آسانی ضرورت کی چیزیں دیں تو یہ لینا دینا جائز ہوگا۔

لوگ رونا روتے ہیں کہ بغیر جہیز کے شادی نہیں ہوتی ہم تو مجبور ہیں لیکن دوستو، یہ مجبوری تو تم نے خود پیدا کی ہے۔ اگر تم اپنی لڑکیوں اور بہنوں کو ان کا شرعی حصہ دے دو، تو آپ کی لڑکی اور بہن کا دل مضبوط رہے گا، اگر کوئی حادثہ پیش آجائے مثلاً شوہر طلاق دے دے یا بیوہ ہوجائے تو کم از کم اپنی ذاتی جائداد سے کسی حد تک اپنا اور اپنی اولاد کا گزارہ کرلے گی اور لڑکے والے اپنی بہن بیٹیوں اور مذکورہ بالا حدیث کو پیش نظر رکھیں، کسی کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانا عظیم جرم ہے۔

اللہ ہم سب کو ہدایت کی توفیق دے۔

وھو الھادی إلی سواء السبیل۔

●●●

اصغر علی

اللہ والوں کی نظر

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اللہ والوں کو اگر کسی پر غصہ آجائے یا کوئی ناگوار واقعہ پیش آجائے تو وہ بد دعا نہیں کرتے، اور نہ ہی انتقام لیتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ان لوگوں کو ہدایت نصیب ہو۔

حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ اپنے درویشی کے زمانے میں ایک بار کسی جہاز پر سوار ہوئے، اس جہاز میں ایک امیر آدمی بھی سوار تھا جس کے مسخرے اسے خوش کرنے کے لئے روزانہ نقلیں کیا کرتے تھے، ایک روز انہوں نے درخواست کی کہ اگر کوئی غریب آدمی مل جائے تو اس کو دھول دھپا کرتے ہوئے نقلیں کریں تاکہ لطف زیادہ ہو۔ چنانچہ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کو فقیر سمجھ کر امیر آدمی کے سامنے لے گئے اب کوئی دھول لگا رہا ہے، کوئی پکڑ کر گھسیٹ رہا ہے اور یہ اس طرح خاموش ہیں گویا کوئی احساس ہی نہیں ہو رہا ہے۔ جب کافی دیر ہوگئی تو غیرت الٰہی کو جوش آگیا حضرت ابراہیم کو الہام ہوا کہ :

"اے ابراہیم! ان کی گستاخی حد سے بڑھ گئی ہے، کہو تو سب کو غرق کردیں؟ آپ نے عرض کیا: اے اللہ! غرق کرنے کے بجائے ان کو آنکھیں ہی دے دیجئے اور ان خرافات سے نکال لیجئے۔"

سبحان اللہ! یہ سنت کی تابعداری ہے کہ جنگ احد میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک شہید ہوا تو آپ نے اللہ پاک سے درخواست کی کہ: اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دیجئے کہ نہیں جانتے۔"

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے محبوب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کی۔

اللہ کے ایسے ہی عاشق لوگ قیامت کے دن نور کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے اور ان کو کچھ فکر نہ ہوگی۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ "ان کی اس حالت پر انبیاء علیہم السلام بھی رشک کریں گے تاہم یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے درجے کو نہیں پہنچ سکتے۔

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہید بہت تیز مزاج مشہور تھے۔ ایک شخص آپ کو آزمانے کے لئے آیا' آپ اس وقت ایک مجمع عام میں تشریف رکھتے تھے' اس نے پکار کر کہا کہ: مولانا میں نے سنا ہے آپ حلال کی پیدائش نہیں ہیں۔" حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ کے اندر یہ سن کر ذرا سا غصہ پیدا نہ ہوا اور آپ نے ہنس کر فرمایا: "آپ سے کسی نے غلط روایت کی ہے' میرے ماں باپ کے نکاح کے گواہ تو اب تک موجود ہیں۔"

حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ حدیث شریف کا درس دے رہے تھے۔ ایک شخص نے سامنے آکر آپ کو گالیاں دینی شروع کردیں۔ شاگرد بگڑنے لگے اور چاہا کہ اس کی خبر لیں' لیکن آپ نے منع فرمایا کہ جو کچھ کہتا ہے سب تو غلط نہیں ہے' کچھ تو صحیح ہے' ایسی باتیں یاد رکھنے اور ان پر غور کرنے سے تکبر پیدا نہیں ہوتا' بزرگوں کے کمالات یاد کرنے سے اپنی وقعت کا اندازہ ہو جاتا ہے اور یہ تکبر دور کرنے کا بہترین طریقہ ہے اس کے برعکس ہماری حالت یہ ہے کہ ہماری نظر صرف اپنے نیک اعمال ہی پر رہتی ہے' اس لئے خود کو نیک اور بزرگ سمجھتے ہیں اور اپنے عیبوں پر نگاہ جاتی ہی نہیں' اس لئے ان کو رذیل اور فاسق سمجھتے ہیں' ان کے نیک اعمال پر کبھی نظر نہیں کرتے اس لئے انہیں حقیر سمجھتے ہیں' بہت سے لوگوں کو آپ نے دیکھا ہوگا کہ نماز پڑھتے ہیں' تسبیح پھراتے ہیں اور اپنے آپ کو مقدس سمجھتے ہیں' اور حقوق العباد ضائع کرتے ہیں' دھوکہ سے دوسروں کا مال ہتھیا لیتے ہیں' اور اس پر بھی دوسروں کو حقیر جانتے ہیں' حالانکہ جیسے نماز ترک کرنا حرام ہے' اسی طرح حقوق العباد کا ادا نہ کرنا بھی حرام' ایسے لوگ اپنی ریا کاری کی وجہ سے پکڑے جائیں گے۔ اور گناہگار جن کو یہ حقیر سمجھتے تھے' توبہ کی بدولت نجات پائیں گے۔

کہتے ہیں کہ ایک بزرگ کسی کے مہمان ہوئے۔ میزبان نے خادم سے کہا کہ اس صراحی سے پانی لانا جو ہم دوسرے حج میں لائے تھے۔ مہمان بزرگ نے میزبان سے کہا کہ آپ نے ایک بات کہہ کر اپنے دونوں حج غارت کردیئے (میزبان نے جس طرح اپنے حج کو ظاہر کیا تھا اسے ریا کہتے ہیں۔)

حضرت سفیان ثوریؒ اور ایک محدث ایک رات کسی جگہ جمع ہوئے اور آپس میں یہ بات طے کرلی کہ ایک دوسرے کو اپنی اپنی احادیث سنائیں، چنانچہ ساری رات احادیث سنانے میں گذرگئی' صبح کو اس محدث نے سفیان ثوریؒ سے کہا: الحمدللہ! آج کی رات تو ہماری اطاعت میں گزری۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر اس رات کا مواخذہ نہ ہو تو غنیمت ہے' کیونکہ میری ساری کوشش یہ تھی کہ آپ کو ایسی احادیث سناؤں جو آپ نے نہ سنی ہوں' اور آپ کی کوشش یہ تھی کہ ایسی حدیثیں بیان کریں جو میرے کان میں نہ پڑی ہوں' پس ہم دونوں کا مقصد صرف اپنے علم کا اظہار تھا۔ یہ سن کر دونوں رونے لگے اور اللہ پاک سے دعا کی: اللّٰھم اغفرلنا (اے اللہ ہمیں بخش دے)

اس کے برعکس اپنے آپ کو ٹٹولتے نہیں' اگر غور وفکر کریں تو خود بخود محسوس ہوجائے گا کہ ہمارے اندر کون کون سی بلائیں بھری ہوئی ہیں' ہم لوگ کھلم کھلا ریاکاری میں مشغول ہیں لیکن ہمیں اپنا یہ عیب نظر نہیں آتا اس لئے دوسروں کی عیب جوئی میں لگے رہتے ہیں' بزرگ لوگ زمانے کی آفات کو دوسروں کے گناہوں کا نتیجہ نہیں کہتے بلکہ اسے اپنے گناہوں کی شامت کہتے ہیں۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے عرض کیا بارش نہیں ہوئی' جس کی وجہ سے قحط سالی ہوگئی ہے آپ دعا کریں کہ بارش ہوجائے' آپ نے فرمایا: میرے گناہوں کی وجہ سے بارش نہیں ہوتی' مجھ کو مصر سے نکال دو۔"

اسی طرح بزرگوں کو جب کبھی گمان ہوا تو یہی ہوا کہ ہمارے اعمال کی وجہ سے یہ مصیبت زمانے پر آئی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کے بال پراگندہ ہیں' اگر کسی کے دروازہ پر جائیں تو انہیں دھکے دیئے جائیں' اگر کسی کی سفارش کریں تو قبول نہ کی جائے' مگر اللہ کے نزدیک ان کی اتنی قدر اور وقعت ہے کہ اگر وہ اللہ کے بھروسے پر قسم کھالیں' تو خدا انہیں ضرور سچا کردے۔

جب خدا کے یہاں ان حضرات کی بات مانی جاتی ہے تو مخلوق کیونکر نہ مانے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک بار مصر کا دریائے نیل خشک ہوگیا۔ مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمر کو خط لکھا کہ دریائے نیل خشک ہو گیا ہے اور یہاں (مصر میں) رواج یہ ہے کہ ایک حسین وجمیل لڑکی کو زیور پہنا کر دریا میں ڈال دیتے ہیں اور دریا جاری ہو جاتا ہے۔ (یہ تصرف شیطانی تھا)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ سن کر ایک رقعہ دریائے نیل کے نام لکھا جس میں اس کو مخاطب کرکے لکھا:

اے نیل! اگر تو خدا کے حکم سے 'جاری ہوتا ہے تو جاری رہ' اور اگر تو خود جاری ہوتا ہے تو ہم کو تیری حاجت نہیں۔"

جب یہ رقعہ دریا میں ڈالا گیا' تو پانی جاری ہوگیا اور اس کے بعد سے یہ دریا اس مقام پر پھر کبھی خشک نہیں ہوا۔

اللہ کے نیک اور بزرگ بندے بیمار بھی ہوتے ہیں' ان پر مقدمے بھی ہوتے ہیں انہیں فاقہ بھی ہوتا ہے لیکن وہ پریشان نہیں ہوتے کیونکہ وہ اپنی خواہش کو اللہ کی خواہش کے تابع کردیتے ہیں' اپنی مرضی چھوڑ دیتے ہیں اور اللہ کی مرضی کی اطاعت کرتے ہیں' اگر بزرگ کے یہ معنی ہوں کہ کوئی دنیاوی تکلیف نہ ہو تو ساری دنیا تسبیحیں لے کر بیٹھ جاتی' لیکن یہ تو انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ بھی نہیں ہوا کہ فرعوں کو ساری عمر سر درد نہیں ہوا تھا تو یہ کوئی بزرگی اور کاملیت کی نشانی تو نہیں ہے' دنیا دار اپنی خواہش کی وجہ سے ہر تکلیف پر شور مچاتے ہیں اور ہائے ہائے کرتے ہیں لیکن اہل اللہ کو ہر حالت میں سکون اور اطمینان ہوتا ہے۔

بہلول دانا نے ایک بار کسی بزرگ سے ان کا حال پوچھا تو انہوں نے کہا: "کیا پوچھتے ہو اس شخص کے مزاج کو کوئی واقعہ دنیا کا جس کی خواہش کے خلاف نہ ہوتا ہے' ہماری وہ شان ہے کہ ہر بات ہمارے چاہنے کے موافق ہوتی ہے۔ بہلول نے عرض کیا: حضرت یہ بات تو سمجھ نہیں آتی۔ فرمایا: بڑی آسان بات ہے' دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے وہ خدا کی خواہش کی خلاف تو نہیں ہوتا' پس جس نے اپنی خواہش کو خدا کی خواہش میں فنا کردیا ہو (یعنی جیسے اللہ چاہے اس پر راضی ہو) تو جب کوئی واقعہ خدا کی خواہش کے خلاف نہیں ہوتا تو پھر اس بندہ کی خواہش کے خلاف بھی نہیں ہوتا۔

مولانا مفتی محمد فاروق

انسان کا کمال

انسان بے کمال پیدا ہوتا ہے، کوئی کامل اپنا کمال پیدائش کے وقت اپنے ساتھ لے کر نہیں آتا، ہر انسان اس دنیا میں آکر یہ کمالات حاصل کرتا ہے، یہیں آکر سب کچھ سیکھتا ہے، ترقی کے دروازے اس کے لئے کھلے ہوئے ہیں، وہ شاہراہ پر بہت آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ ان ترقیات پر حق تعالیٰ شانہ نے بڑی وعدے فرمائے ہیں، ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو نمونہ بنا کر دنیا میں بھیجا اور یوں فرمایا کہ ہمیں ایسی زندگی مطلوب ہے جیسی ہمارے نبیؐ کی زندگی ہے، جیسی زندگی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے ویسی زندگی حق تعالیٰ کو مطلوب اور پسند ہے۔ حق تعالیٰ شانہ کی مرضی یہ ہے کہ سب لوگ اسی طریقہ پر چلیں، تو جتنے لوگ اور جس قدر لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلیں گے، اسی قدر وہ حق تعالیٰ کے محبوب بنتے چلے جائیں گے، یہ اصل معیار ہے، اس معیار پر جو چلے گا وہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا چلا جائے گا، اور یہ قرب ایسا نہیں جو آنکھوں سے نظر آتا ہو، کانوں سے سنائی دیتا ہو، زبان سے چکھنے کے قابل ہو بلکہ اس قرب کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ ”نحن اقرب الیہ من حبل الورید“ (حق تعالیٰ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں) اس کی ایسی ذات عالی ہے کہ اس کے قرب کو اس دنیا میں کسی چیز کے ساتھ تشبیہ نہیں دی جاسکتی، جس طرح اس کی ذات وراء الوراء ہے، اس کا بھی کوئی ادراک نہیں کرسکتا اور کسی چیز کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتا، اس کی قربت کا جو راستہ ہے، وہ یہی ہے (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل ومکمل اتباع) چاہے آنکھوں سے کچھ نظر آئے یا نہ آئے۔

بعضے اولیاء اللہ کی بڑی کرامتیں ہوتی ہیں۔ ان کو ظاہری آنکھوں سے بھی بہت کچھ نظر آتا ہے، جیتے جاگتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتے ہیں، بیداری کی حالت میں زیارت کرتے ہیں۔ فیض الباری میں لکھا ہے کہ: جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے آٹھ مرتبہ بیداری کی حالت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، لیکن یہ زیارت ایسی ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے آدمی صحابی نہیں بنتا، ایسی زیارت کرنے والا صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ مسجد نبویؐ میں درس دے رہے تھے، اس میں حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مسئلہ آگیا۔ حضرت مولانا نے اس کو ثابت فرمایا۔ طلبہ نے اشکال کیا، آپ نے اس کا جواب مرحمت فرمایا۔ طلبہ نے پھر اشکال کیا، آپ نے پھر جواب دیا طلبہ نے پھر اشکال کیا، آپ نے پھر جواب دیا، پھر یکدم اس طرف دیکھا، یعنی روضۂ اقدسؐ کی طرف، طلبہ نے بھی دیکھا، دیکھا تو وہاں روضۂ اقدس نہیں ہے، عمارت نہیں ہے، جگہ صاف ستھری ہے اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس تشرف فرماہیں۔ سب نے دیکھا، اچھا بھئی! اشکال کرتے ہو، اس پر کیا اشکال کروگے؟ اس کے بعد اپنی کتاب کی طرف متوجہ ہوئے، طلبہ بھی متوجہ ہوئے، پھر طالب علم نے دیکھا تو روضۂ اقدس علیہ صاحبہا لصلوٰۃ والسلام کی عمارت موجود ہے۔

تو اس قسم کی چیزیں حق تعالیٰ اپنے بندوں کو دکھلاتے ... سنادیتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ نے بہت جگہ خطوط لکھے اور ان خطوط کے ذریعے سے علماء سے دریافت کیا کہ ایک بات بتایئے: ایک شخص وہ ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

زیارت خواب میں کرتا ہے، ایک وہ شخص ہے جو بیداری میں زیارت کرتا ہے، ان دونوں میں سے کون سی زیارت اقویٰ ہے؟ اپنے ذوق کے مطابق سب نے جوابات دیئے، میں (حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ) حاضر ہوا تو مجھ سے بھی فرمایا: میں نے عرض کیا، حضرت! خواب کی زیارت قوی ہے بہ نسبت بیداری کے، فرمایا: کیوں؟ میں نے کہا: اس کی ذمہ داری لی گئی ہے: ”ان الشیطان لا یتمثل بی من رانی فقد رانی“ یہ ذمہ داری لی گئی ہے، ضمانت ہے کہ جس نے خواب میں دیکھا اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، اس پر فرمایا: کیا بیداری کی حالت میں شیطان کو قدرت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت بنالینے کی؟ میں نے کہا کہ شیطان کو تو اس پر قدرت نہیں، البتہ قوت متخیلہ ایک صورت گھڑسکتی ہے، یہ احتمال باقی رہ جاتا ہے اور خواب میں اس احتمال کو قطع کردیا گیا ہے۔

بات یہ ہے کہ خواب میں جس نے دیکھا وہ تو خواب کی رو سے صحیح ہے اور یہاں قوت متخیلہ ایک صورت بناسکتی ہے، ایسی ہی قوت واہمہ صورت گھڑسکتی ہے اور گھڑلیتی ہے، جنگل میں جاتے ہوئے کتنی صورتیں نظر آجاتی ہیں اور دور سے جانے کیا کیا نظر آجاتا ہے؟ اس لئے یہاں اتباع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں کچھ نظر آئے یا نہ آئے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کا خاص قرب حاصل رہا ہے اور ہمارا ایمان تو قرآن پاک پر ہے، اپنی آنکھوں پر تھوڑا ہی ہے، اپنی آنکھوں کے حوالہ کردیا جائے تو کچھ بھی حاصل نہ ہو اور ہم نے دیکھا ہی کیا ہے؟ جنت دیکھی؟ دوزخ دیکھی، عرش دیکھا؟ کرسی دیکھی؟ حوض کوثر دیکھی؟ کچھ بھی تو نہیں دیکھا۔ قبر میں جو روشنی کردی جاتی ہے، جنت کا راستہ دروازہ کھول دیا جاتا ہے یہ دیکھا ہے؟ نہیں دیکھا۔ ہم ایمان بالغیب لاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمادیا اس پر ایمان لے آئے، آنکھوں سے دیکھ کر ایمان لانے کا تو ہم سے مطالبہ نہیں، جو چیزیں غیب ہیں ان پر ایمان لانے کا مطالبہ ہے، اسی وجہ سے جب انسان کے انتقال کا وقت آتا ہے تو عالم آخرت کی چیزیں اس پر منکشف ہوجاتی ہیں، ملک الموت سامنے آجاتا ہے، اس وقت جو ایمان لاتے ہیں تو اس کا ایمان بھی مقبول نہیں ہوتا۔ غرغرہ کی حالت کا ایمان مقبول نہیں ہے، اس واسطے کہ ایمان بالغیب نہیں رہا، ایمان بالمشاہدہ ہوگیا، تو مرنے کے بعد جب وہاں وہ سب چیزیں سامنے آئیں گی، جن کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے تو ان کو دیکھ کر کہیں گے ”ابصرنا وسمعنا فارجعنا نعمل صالحا انا موقنون“ (ہم نے دیکھ لیا، سن لیا، اب ہمیں لوٹا دیجئے، دنیا میں جاکر پھر سے عمل کریں گے) ان کی یہ بات منظور نہیں ہوگی، کیونکہ یہاں تو ایمان بالغیب معتبر ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ کا انتقال شیر خوارگی کے زمانہ میں سولہ، سترہ مہینہ کی عمر میں ہوا، ایک روز بچہ کی والدہ نے عرض کیا کہ دودھ جوش مار رہا ہے، دودھ پینے کی مدت پوری نہیں ہوئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو تمہارے دودھ کی ضرورت نہیں رہی، جنت میں اس کے لئے دودھ کا انتظام ہوگیا، تم چاہو تو تم کو اس کی صورت دکھلادوں، چاہو تو اس کی آواز سنوادوں؟ بچہ کی ماں نے جواب دیا کہ نہیں، مجھے صورت دیکھنے کی ضرورت نہیں، نہ آواز سننے کی ضرورت، آپؐ نے فرمادیا، بس وہی کافی ہے۔ بات یہ ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے باوجود پھر بھی یقین کرنا دیکھنے پر موقوف رہا تو یہ ایمان بالغیب نہ رہتا۔ یہ روایت ابن ماجہ میں موجود ہے۔ اس واسطے یہاں ایمان بالغیب معتبر ہے۔ تو مؤمن کے ایمان کی اعلیٰ درجہ کی ترقی اور اس کی سعادت یہی ہے کہ اس کا ایمان مغیبات پر سب سے زیادہ ہو۔

اپنی آنکھوں کو جھٹلایا جاسکتا ہے اور جتنے تجربہ کار، دانشمند ڈکٹیٹر ہوں ان سب کی بات غلط ہوسکتی ہے، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ سچ ہے، اس کے اندر کذب کا کوئی احتمال نہیں، اس چیز میں انسان جتنا پختہ ہوگا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کا اس کو قرب نصیب ہوگا اور اسی قدر وہ حق تعالیٰ کا محبوب ہوگا۔ (ماخوذ از مواعظ فقیہ الامت)

•••

پروفیسر محمد اجتباء ندوی

شیخ رشید رضا

فکر اسلامی، مسلم بیداری، اتحاد اسلامی، اور مسلم ممالک کی آزادی وسامراج کے چنگل سے ایشیاء وافریقہ کو چھڑانے کی تحریک کے معماروں اور بانیوں میں سید جمال الدین افغانی اور شیخ محمد عبدہ کا جس وقت تذکرہ ہوگا تو ان کے شاگرد رشید شیخ رشید رضا کو ضرور یاد کیا جائے گا۔ جنہوں نے غبار آلود ماحول، اور مخالفت ومخاصمت کی تیز وتند آندھیوں میں اس چراغ کو روشن رکھا جسے ان دونوں عظیم مفکروں نے جلایا تھا، شیخ رضا نے اپنے شہرہ آفاق رسالہ ''المنار'' کے ذریعہ پورے عالم اسلام میں صحیح عقیدہ اور اعلیٰ اسلامی اخلاق کی دعوت کے ساتھ فکری ودینی بیداری اور اسلامی شعور پیدا کرنے میں زبردست کارنامے انجام دئے۔

شیخ محمد رشید رضا لبنان کے شمالی شہر طرابلس کے قصبہ قلمون میں ۱۲۸۲ھ مطابق ۱۸۶۵ء میں پیدا ہوئے، شیخ رشید رضا نے ابتدائی تعلیم، لکھنا پڑھنا اور حساب کے مروجہ قواعد اپنے قصبہ میں ہی حاصل کئے، اس کے بعد مدرسہ رشدیہ طرابلس میں داخلہ لیا اور نحو، صرف، عقائد اور عبادات کی اعلیٰ تعلیم سے آراستہ ہوئے، اس کے علاوہ ترکی زبان بھی سیکھی اور اس میں مہارت حاصل کرلی ان کی پسندیدہ کتابوں میں امام غزالی کی احیاء العلوم تھی جسے وہ بہت شوق وذوق سے پڑھتے تھے اور اس کتاب نے ان کے فکر وعقیدہ اور اخلاق وسلوک پر بڑے اثرات ڈالے اس کے علاوہ اپنے قصبہ قلمون میں ہر عمدہ اور نئی کتاب رسالہ اور صحیفہ کو حاصل کرتے اور اپنی معلومات میں اضافہ کرتے، انہوں نے بڑی محنت اور کاوش سے علم حاصل کیا انہوں نے عالم اسلام کے موجودہ حالات اور واقعات کا جائزہ لیا، انہوں نے محسوس کیا کہ ان کے زمانے میں دو اسلامی شخصیتیں سید جمال الدین افغانی اور شیخ محمد عبدہ نے مسلمانوں اور عام اسلام کی خدمت اور فلاح وبہبود کے لئے سب سے زیادہ کام کئے ہیں انہیں ان دونوں شخصیتوں کے افکار وخیالات طریقۂ کار اور لائحہ عمل نے متاثر کیا اور وہاں ہی قیام پذیر ہوگئے، مگر طرابلس انہوں نے اس وقت چھوڑا جب اپنی تعلیم طرابلس کے علماء سے حاصل کرکے مکمل کرلی انہوں نے خاص طور سے ممتاز عالم ومفکر اور مربی شیخ حسین جسر سے فائدہ اٹھایا، اور غالباً، شیخ حسین جسر ہی کی صحبت میں سید جمال الدین افغانی اور شیخ محمد عبدہ کے افکار وتحریک سے مکمل واقفیت حاصل ہوئی، مصر پہونچ کر دونوں شخصیتوں سے بھرپور استفادہ کا موقع ملا، اور شیخ محمد عبدہ کے تو باقاعدہ شاگرد بن گئے اور ان کے افکار وعلم کی توضیح اور تشریح اپنی زندگی کا سب سے بڑا مقصد بنایا، شیخ رشید رضا پہلے آدمی ہیں جنہوں نے شیخ محمد عبدہ کو'' الاستاذ الامام '' کے لقب سے یاد کیا، شیخ رشید رضا نے اپنے استاد محمد عبدہ کی سوانح حیات لکھی اور بہت ہی مفصل طور پر فکروں کا ایک مجموعہ حاصل ہوا، شیخ رشید رضا نے مصر میں ''المنار'' نام کا ایک رسالہ نکالنا شروع کیا، اس رسالہ کے ذریعہ چالیس سال تک علم وفکر، دین ودعوت، تحریک وعمل، احکام وفتاوی، اور دینی سیاسی اور سماجی اصلاح کے کام انجام دئے، سید رشید رضا اپنے اس رسالہ کے ذریعہ اتنے طویل مدت تک مسلمانوں اور مسلم معاشرہ کی خدمت اس وجہ سے بھی بخوبی انجام دے سکے کہ ان سے قبل ان کے دونوں اساتذہ سید جمال الدین افغانی اور شیخ امام محمد عبدہ نے اس بنجر اور سنگلاخ زمین کو شاداب اور زرخیز بنا دیا تھا مسلم عوام ایک زندہ زبان متحرک دعوت اور عملی افکار کے لئے تشنہ تھے، سید رشید رضا کے گہرے علم، وسیع تجربات، پختہ قلم اور سحر انگیز الفاظ نے مسلمانوں کو گرویدہ بنالیا اور علم وعمل کا ایک ایسا ذریعہ دستیاب ہوگیا جس نے انہیں عملی زندگی عطا کردی، بیداری اور سامراجی سے آزادی اور اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی تحریک کا بہت اہم سبب بنا، سید رشید رضا نے ان دونوں معمار قوم سے عملی وفکری استفادہ کے ساتھ ساتھ دینی، سیاسی اور سماجی میدانوں میں خدمت کے لئے تجربات حاصل کئے، ان غلطیوں اور خطاؤں سے اپنے کو بچاتے رہے جن میں پھنس کر یہ عظیم کارنامہ پایہ تکمیل کو نہ پہونچ سکتا تھا شیخ رضا نے بھی اپنے دونوں استاذوں کی طرح عالم اسلام کا سفر کیا، حجاز وعراق خلیج عربی، ہندوستان ومشرق بعید کا قریب سے مشاہدہ کرکے اور دینی ودعوتی کام کرنے والوں سے ملاقات کرکے تجربات ومعلومات حاصل کیں، بلاشبہ شیخ رشید رضا نے آنے والی نسلوں کو نہ صرف پیغام عمل دیا بلکہ طریقۂ کار اور لائحہ عمل بھی عطا کیا۔

سید رشید رضا نے رسالہ ''المنار'' کے ساتھ تصنیفی وتالیفی کام بھی کئے اور تفسیر ''المنار'' کے عنوان سے تفسیر لکھنی شروع کی۔ جس میں بالکل نئے اور اچھوتے انداز سے فکر وعمل کا خاکہ پیش کیا مگر عمر نے وفا نہ کی اور تفسیر نامکمل رہ گئی سورہ یوسف کی اس آیت تک تفسیر مرتب کرسکے ''رب قد آتیتنی من الملك وعلمتنی من تاویل الاحادیث ،فاطر السموات والارض، انت ولی فی الدنیا والآخرة، توفنی مسلما والحقنی بالصالحین'' ترجمہ اے میرے پروردگار آپ نے مجھ کو سلطنت کا بڑا حصہ دیا اور مجھ کو خوابوں کی تعبیر دینا تعلیم فرمایا (جو کہ علم عظیم ہے) اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے آپ میرے کارساز ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، مجھ کو پوری فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے لیجئے اور مجھ کو خاص نیک بندوں میں شامل کر دیجئے''۔

نامکمل تفسیر کے علاوہ بہت ساری کتابیں تصنیف کیں جن میں قابل ذکر یہ ہیں۔

۱۔ نداء للجنس اللطیف،
۲۔ الوحی المسجدی
۳۔ مساولة المرلة بالرجال
۴۔ ذکری المولد النبوی۔
۵۔ الوهابيون والحجاز۔
۶۔ رسالة فی الصلب والغداء
۷۔ حقیقة الربا ۸۔ تاریخ الاستاذ الامام شیخ محمد عبده
۹۔ یسر الاسلام واصول التشریع الاسلامی
۱۰۔ الخلافة او الامامة العظمی۔

شیخ رضا کی یہ اور ان جیسی تصنیفات نے بڑا فکری وسماجی انقلاب برپا کیا، اور مسلمانوں وعالم اسلام کو بڑا نفع پہونچایا۔

شیخ رشید رضا نجد کے امیر سعود بن عبدالعزیز کو مصر کے شہر سویس رخصت کر کے جمعرات ۲۳/جمادی الاولی ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۵ء کو قاہرہ واپس آرہے تھے کہ راستہ میں حکم الٰہی آپہونچا اور خالق الٰہی سے جاملے، اللہ تعالیٰ اس عظیم مفکر وداعی کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ علامہ شام استاذ گرامی مرتبت شیخ محمد بهجة البیطار'' نے اپنے مجموعہ ''کلمات واحادیث'' کے حاشیہ صفحہ ۹ پر تحریر کیا ہے کہ:

شیخ رشید اپنی تفسیر میں آیت کے اس حصہ پر پہونچے تو اچانک روح پرواز کرگئی: توفنی مسلما والحقنی بالصالحین'' (کلمات واحادیث۔ ص ۹۔ المکتب الاسلامی بیروت ۱۹۷۲ء)

قارئین رضوان سے گذارش

خط وکتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، تاکہ دفتری کارروائی میں آسانی ہو۔

ڈرافٹ پر صرف یہ لکھیں:
"Rizwan Monthly"

مفتی راشد حسین ندوی

سوال جواب

س : ہمارے یہاں مشہور ہے کہ گرگٹ کو مارڈالنا چاہئے، اس لئے کہ جب نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تھا، تو یہ پھونک مار مار کر آگ بھڑکا رہا تھا، اس قصہ کی کیا حقیقت ہے؟ نیز یہ بھی مشہور ہے کہ اگر پہلے وار میں مار دے تو زیادہ ثواب ہوتا ہے، ورنہ اس کے جسم کا خون گھٹ جاتا ہے اس کی کیا حقیقت ہے؟

ج : صورت مسئولہ میں سے پہلی بات احادیث صحیحہ سے ثابت ہے چنانچہ بخاری ومسلم میں حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ مارڈالنے کا حکم دیا اور فرمایا: یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ بھڑکا رہا تھا (مشکاۃ ۲/۳۶۱) حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کی ذیل میں لکھتے ہیں: ابن ماجہ اور مسند احمد میں حضرت عائشہؓ کی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو تمام جانوروں نے آگ بجھانے کی کوشش کی، سوائے گرگٹ کے، کہ یہ پھونک مار رہا تھا۔ (فتح الباری ۶/۴۵۵) اور جہاں تک دوسری بات کا تعلق ہے تو مسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص پہلی وار میں گرگٹ مارڈالے اس کے لئے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور دوسری ضرب میں اس سے کم، اور تیسری ضرب میں اس سے بھی کم۔ (مشکاۃ ۲/۳۶۱) جہاں تک خون گھٹنے کی بات ہے تو یہ بے اصل بات ہے احقر کو اس کے متعلق کوئی روایت نہیں ملی۔

س : آج کل باغات میں جب تک دوا کا چھڑکاؤ نہ کیا جائے پھل آنا مشکل ہوتا ہے۔ یہ دوائیں خاصی مہنگی پڑتی ہیں، سوال یہ ہے کہ جس طرح سینچائی کرنے کی وجہ سے عشر کے بجائے نصف عشر شریعت نے مقرر کیا ہے کیا دوائیں ڈالنے کی صورت میں بھی نصف عشر واجب ہوگا؟

ج : صورت مسئولہ میں عشر (دسواں حصہ) نکالا جائے گا، اس لئے کہ شریعت نے نصف عشر (بیسواں حصہ) اسی صورت میں مقرر فرمایا ہے جب غیر قدرتی ذرائع سے سینچائی کی ہو۔

س : باغ کے مالک عام طور سے باغ دوسرے کے ہاتھ بیچ دیتے ہیں، اس صورت میں عشر نکالنا باغ کے مالک کی ذمہ داری ہے یا خریدار کی؟

ج : اگر مالک نے بیع ایسے وقت کی ہے جب پھل بالکل تیار ہو چکے ہیں تو اس کا عشر بائع ہی کے ذمہ ہوگا۔

س : گنے میں عشر ہوگا یا نہیں؟ اور اگر ہوگا تو دسواں حصہ ہوگا یا بیسواں؟

ج : گنے میں بھی دوسری پیداوار ہی کی طرح عشر یا نصف عشر واجب ہوگا (اگر غیر قدرتی ذرائع ٹیوب ویل وغیرہ سے سینچائی کی ہے تو نصف عشر (بیسواں حصہ) ورنہ دسواں حصہ واجب ہوگا۔

(ہندیہ ۱/۱۸۶)

قبر کے راہی............بقیہ ۲۴ کا

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کے بندوں میں ایک بندہ کے متعلق حکم الٰہی ہوا کہ اسے قبر میں سو کوڑے مارے جائیں۔ وہ خدا سے دعا ومناجات کرتا رہا حتیٰ کہ ایک کوڑے تک نوبت آ پہنچی تو ایک کوڑا مارنے پر اس کی قبر آگ سے بھڑک اٹھی۔ کوڑا لگنے کے بعد جب اسے کچھ ہوش آیا تو اس نے پوچھا کہ تم مجھے کس بنا پر کوڑے مار رہے ہو تو مارنے والوں نے جواب دیا کہ تو نے ایک مرتبہ بے طہارت نماز پڑھی تھی اور ایک دفعہ تو ایک مظلوم کے پاس سے گزرا تو تو نے اس کی کوئی مدد نہ کی تھی۔ اللھم وفقنا لما تحب وترضیٰ وجنبنا ما تحب وترضیٰ!

●●

پروفیسر ڈاکٹر افتخار علی
ایف، آر، سی، ایس

آنکھیں

قدرت کا عظیم عطیہ ہیں

آنکھ باری تعالیٰ کا ایک عظیم تحفہ ہے جس کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ اس کے بغیر زندگی کا تصور نامکمل اور ادھورا ہے۔ اس کی قدر وقیمت سے صرف نابینا افراد ہی آگاہ ہیں۔ آنکھوں کی حفاظت سے غفلت نہایت نقصان دہ ہے اس سے بہت پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں۔

وقفہ وقفہ کے بعد آنکھوں کا معائنہ بڑا اہم ہے اس سلسلے میں ۲ سال کی عمر سے پہلے یا ۴۰ سال بعد آنکھوں کے معائنہ کی طرف بھرپور توجہ دینی چاہئے۔ کیونکہ آنکھوں کی بیماریاں ان دو انتہائی عمروں میں آتی ہیں۔ آنکھوں کے معائنہ کے علاوہ اچھی عادات اور آنکھوں کی مناسب نگہداشت اچھی صحت کے لئے نہایت اہم ہے۔

آنکھوں کی اچھی صحت کے لئے نیند اور آرام کے علاوہ روزانہ ورزش اور متوازن غذا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ آنکھوں کو گرد وغبار سے محفوظ رکھنا چاہئے۔ مطالعہ لیٹ کر نہ کریں چمکدار کاغذ پر تیز روشنی میں پڑھنا آنکھوں کے لئے نقصان دہ ہے۔ کتاب کو آنکھوں سے ۱۶-۱۸ انچ کے فاصلے پر اور ۴۵،۷۰ ڈگری زاویہ پر رکھا جائے اور وقفہ وقفہ کے بعد پڑھائی کی جائے ایک اور اہم بات یہ ہے کہ روشنی بائیں کندھے کی طرف سے آئے۔ اس سے آنکھ کے دباؤ میں کمی آتی ہے۔ آنکھوں کے نقائص مثلاً دور نظری اور کور نظری کو مناسب عدسوں سے درست کیا جائے۔

دکھتی آنکھ (Sore eye) کا علاج اچھے معالج سے کرانا چاہئے نیز تندرست افراد کو چھوت سے احتیاط کی ضرورت ہے۔ اکثر اوقات آنکھ کی سوزش (Infection) میلے رومال یا بیمار شخص کے تولئے سے لگتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس کی طرف مناسب توجہ دی جائے۔

احتیاط:

۱- دکھتی آنکھ (Sore eye) صحت مند آنکھ کو خراب کر سکتی ہے۔ اس لئے صحت مند بچوں کو بیمار آنکھوں والے بچوں سے نہ ملنے دیں۔

۲- دکھتی آنکھوں کی صفائی کے لئے دھوتی، دوپٹے یا ساری کا پلو استعمال نہ کریں۔

۳- مکھیوں کا قلع قمع کریں کیونکہ یہ صحت مند آنکھوں کو خراب کر سکتی ہیں۔

۴- ہر آدمی کا الگ تولیہ ہونا چاہئے۔

۵- آنکھوں کی حفاظت کے لئے متوازن غذا کا ہونا اہم بات ہے ناقص غذا بھی خرابی کا سبب بنتی ہے۔

بچوں کی آنکھوں کی حفاظت

یہ آنکھ کی صحت کا اہم پہلو ہے گھروں اور اسکولوں میں روشنی کے ناکافی انتظامات اور آنکھوں کے علاج معالجہ کا ناکافی اہتمام آنکھوں کی بیماریوں کا سبب بنتے ہیں۔ اس میں ہمہ قسم کی بیماریاں اور نقائص شامل ہیں۔ مثلاً نظر کی کمزوری، بھینگا پن، دھند خارش، آشوب، کگرے وغیرہ ان کا خاص خیال رکھنا چاہئے اور ڈاکٹر کے مشورے کے ساتھ علاج مکمل کرانا چاہئے۔ آنکھ کی صحت کے لئے

مندرجہ ذیل تدابیر پر عمل کرنا ضروری ہے۔

• بچے کی پیدائش سے پہلے ماں (حاملہ عورت) کی خوراک صحیح ہوتا کہ بچے کے وزن کے علاوہ باقی اعضاء تندرست رہیں اور بہتر نشوونما پاسکیں۔

• جب بچہ پیدا ہوا اور اس دنیا میں پہلا سانس لے اسی وقت اس کی آنکھوں کے ڈھیلوں اور پپوٹوں کو آلائش سے صاف کردینا چاہئے۔

اس کے علاوہ کئی مرتبہ مناسب دوا کے قطرے بھی ڈالنا ضروری ہیں۔ اس کے بعد آنکھوں کی صفائی کے لئے خراب یا میلا کپڑا کبھی استعمال نہ کریں۔

• اسکول میں انتظامیہ کو چاہئے کہ مطالعہ کے لئے خوب کھلے، روشن اور ہوادار کمروں کا انتظام کریں۔

• بچوں کو دھندلی روشنی، چکاچوند اور دھوپ میں نہ پڑھنے دیا جائے۔ پڑھتے وقت روشنی بائیں اور پچھلی طرف سے آنا چاہئے۔

• بچوں کو میز پر رکھی ہوئی کتاب پر گردن اور کمر جھکا کر پڑھنے کی اجازت نہ دی جائے اس سے بینائی کمزور ہونے کے علاوہ کمر کے نقائص بھی ہوسکتے ہیں۔

• لیٹ کر پڑھنے کی عادت بچوں میں پیدا نہ ہونے دیں۔

• لکھتے پڑھتے وقت کتاب کاپی آنکھوں سے ۱۸، ۱۶ انچ دور ہو۔

• بچوں کو ننگی آنکھ یعنی دوربین یا دھوپ کے چشمے کے بغیر سورج گرہن نہ دیکھنے دیں۔ بہتر یہی ہے کہ دیکھنے ہی نہ دیں۔

• بچوں کی آنکھوں کو ہر روز صبح وشام صاف ٹھنڈے پانی سے ضرور دھویا کریں۔

• اس بات کا خیال رکھیں کہ بچہ کو میلے ہاتھوں سے آنکھوں کو نہ ملے نہ کسی دوسرے کا رومال یا تولیہ استعمال کریں۔

• اگر بچے کی آنکھ میں مٹی، کوئلہ یا کوئی کیڑا پتنگا وغیرہ پڑ جائے تو آنکھوں کو ملنے کے بجائے صاف جراثیم سے پاک کپاس سے صاف کریں اور پانی کے ذریعہ نہایت احتیاط سے نکالیں۔ یا لیکوئڈ پیرافین ڈال کر نکالیں۔ سب سے احسن یہ ہے کہ کسی مستند ڈاکٹر یا امراض چشم سے رجوع کیا جائے۔

• بچوں کو ہدایت کیجئے کہ پڑھتے وقت تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد چند سکنڈ کے لئے آنکھیں بند کرلیں۔

• صبح کی سیر اور سبزہ اور درختوں کو دیکھنے سے آنکھوں میں ٹھنڈک آتی ہے اور نظر تیز ہوتی ہے۔

• بچوں کو آتش بازی کی عادت نہ ڈالیں۔

• بچوں کو نوکدار چیزوں سے نہ کھیلنے دیں مثلاً چاقو، قینچی اور چھری وغیرہ۔

• بچے کی آنکھ میں بھینگا پن کا شک ہو تو فوراً ماہر امراض چشم سے رجوع کریں۔ دیر کرنے سے بھینگا پن دور نہ ہوگا اور بینائی میں بھی مستقل نقص آنے کا اندیشہ ہے۔

• اگر امتحان کے دنوں میں بچے کو رات دیر تک لکھنا پڑھنا ہو تو لیمپ یا بجلی کے قمقمہ پر کاغذ یا کپڑا لگادیں تاکہ آنکھیں تیز روشنی سے محفوظ رہیں۔

• بچوں کی پڑھائی کے ساتھ ورزش کھیل کا انتظام بھی ہوتا کہ ان کی عمومی جسمانی صحت کے علاوہ نظر بھی بہتر ہو۔

• اگر بچے کی آنکھ میں معمولی سی بھی تکلیف ہو تو فوراً ڈاکٹر سے مشورہ کریں۔

• بچوں کی غذا متوازن ہو خصوصاً حیاتین الف کی ضروری مقدار بے حد اہم ہے کیونکہ اس کی کمی سے ابتدا میں بچے کو شب کوری (یعنی رات کو نظر نہ آنا) کی بیماری ہوسکتی ہے۔ جو بعد ازاں اندھے پن پر منتج ہوتی ہے۔

• اگر بچے کے سر میں درد متواتر رہتا ہو تو ماہر امراض چشم سے رجوع کریں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس کی نظر کمزور ہو اور عینک کی ضرورت ہو۔ عینک کا صحیح نمبر ماہر امراض چشم ہی تجویز کرسکتا ہے۔

●●●

ڈاکٹر ناہید الٰہی

خراٹے

ایک سماعت شکن عادت

خراٹے! ایک ایسی وبا جس کو ہمیشہ کے لئے خاموش کیا جاسکتا ہے۔ ایک ایسی عادت جس سے ہمیشہ کے لئے نجات ممکن ہے۔

امریکہ کے ایک جائزے کے مطابق ۹ کروڑ بالغ امریکی خراٹے لیتے ہیں لیکن ان میں سے صرف چار فیصد نے یہ جاننے کی کوشش کی کہ وہ ایسا کرتے ہیں اور یہ کہ اس کا علاج ممکن ہے یا نہیں؟ آخر لوگ اتنی سمع خراشی کیوں برداشت کرتے ہیں اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ایک عام بات ہے۔ ایک عام سی عادت جو سب میں نہیں ہوتی۔

کیا خراٹے لینا کوئی بیماری ہے؟

نہیں! لیکن یہ ایک طبی علامت ہے جیسے کھانسی، ٹی بی یا فلو۔

ہر بیماری کی کچھ علامات ہوتی ہیں۔ جو بیماری کی تشخیص اور پھر اس کے علاج میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ کچھ علامات کئی بیماریوں کی نشاندہی کرتی ہیں۔ خراٹے لینا بھی ان میں سے ایک ہے جو نزلہ وزکام حساسیت (الرجی) سے لے کر حبس دم نیند (Sleep Apnea) میں پائی جاتی ہے۔ ان سب بیماریوں میں ایک چیز مشترک ہے اور وہ ہے خراٹے نیند میں معمول کے مطابق سانس لینے میں دشواری۔

عالم بیداری اور عمودی حالت میں لوگ ناک کے ذریعہ سے سانس لیتے ہیں کچھ منہ سے بھی ہوا کھینچتے ہیں خصوصاً ورزش یا کسی بھی تھکادینے والے عمل کے بعد عالم غفلت میں عموماً ناک کے ذریعہ سے سانس لیا جاتا ہے جو حلق سے گزرتا ہوا پھیپھڑوں تک پہنچتا ہے۔

اکثر لوگوں کے حلق میں اتنی گنجائش ہوتی ہے کہ ہوا کا گزر آسانی سے ہوسکے۔ مگر بدقسمتی سے کچھ جزیات اکیلے یا مل کر حلق کی ہوادار راہداری کو ادھورا یا پورا منہدم کردیتے ہیں۔ ان جزیات میں اعضاء کی تشریح ہے۔ جیسے کہ پھولے ہوئے غدود، چربی کی تشکل وغیرہ۔

منہ سے سانس لینے والے کو اس راہداری کو حد درجہ کم کردیتے ہیں، کیونکہ منہ کھولنے سے زبان پیچھے چلی جاتی ہے اور حلق نیم وا ہو جاتا ہے۔ زیادہ تر خراٹے منہ سے سانس لینے کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ خراٹوں کی آواز ان خلیوں کی حرکت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جب ہوا ان پر سے گزرتی ہوئی پھیپھڑوں میں داخل ہوتی ہے اور جب ہوا کے درمیان سے نہیں گزر پاتی تو حبس دم نیند ہوجاتا ہے۔ لہٰذا حبس دم نیند اس وقت ہوتا ہے۔ جب حلق بند ہوجائے اور ہوا کا گزر بالکل نہ ہو۔ لیکن خراٹے اس وقت لئے جاتے ہیں جب حلق مکمل بند نہ ہو۔

حلق کی نالی ایسے نرم عضلات سے بنی ہے کہ منہدم ہوسکتی ہے۔ لہٰذا ہر سانس کے ساتھ اس کا ہوا کا دباؤ طبعی حد تک کم ہوجاتا ہے۔ یہ دراصل اگلا سانس لینے میں کارآمد ثابت ہوتا ہے۔ مگر یہ حلق کے خلیات پر بھی دباؤ ڈالتا ہے، اسی لئے اگر سانس جلدی جلدی لیا جائے یا کسی بھی وجہ سے خلیات بنیادی طور پر یا بیماری کی وجہ سے کمزور ہوجائیں تو حلق بند ہونے کے واقعات میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ معمولی نزلہ وزکام سے بھی یہ مسئلہ پیدا ہوسکتا ہے۔ ہوا جب ناک کے ذریعہ سے

پھیپھڑوں تک پہنچتی ہے تو ایک چھوٹا سا والو جو دونوں نتھنوں کے پیچھے واقع ہے۔ نزلے میں یا کسی الرجی کی وجہ سے سوج جاتا ہے۔ لہٰذا ہوا کو اندر کھینچنے کے لئے زور لگانا پڑتا ہے اور یہ بات حلق کو نیم وا یا مکمل بند کرنے کے لئے کافی ہے اور یہی وجہ خراٹوں یا جبس دم نیند کا باعث بنتی ہے۔

جبس دم نیند:

اگر ہوا کے گزر میں رکاوٹ ہو تو جبس دم نیند پوری رات میں کثرت سے ہوتا ہے۔ اس کی میعاد دس سکنڈ سے لے کر ایک منٹ تک ہوتی ہے اور رات بھر میں کئی دفعہ ہو سکتی ہے۔ اس کا اختتام خرخراہٹ کی ایک تیز آواز سے ہوتا ہے جس سے انسان بیدار ہو جاتا ہے، مگر مکمل طور پر جاگتا نہیں۔ یہ بہت بے چینی کی نیند ہوتی ہے۔ ایسا شخص نیند کے ان تمام مراحل میں داخل نہیں ہو پاتا ہے۔ جس سے اس کو جسمانی، ذہنی، اعصابی اور قلبی سکون حاصل ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ اس بیماری کے مریض دن میں کسی بھی وقت غلط جگہ اور غلط وقت پر سو جاتے ہیں۔ اس صورت میں وہ نہ صرف دل کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں بلکہ حادثاتی موت کا بھی شکار ہو سکتے ہیں۔ ہر خراٹے لینے والا شخص جبس دم نیند کا شکار نہیں ہوتا۔ لیکن ہر خراٹا حلق کے خلیوں کو ہلا کر رکھ دیتا ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ایسے افراد جبس نیند میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔

علاج:

خراٹوں کا علاج خاص قسم کے تکیوں سے لے کر سرجری تک سے ممکن ہے لیکن وزن کم کرنے اور خواب آور اور مختلف ادویہ کے استعمال نہ کرنے سے بھی خراٹوں میں افاقہ ہو سکتا ہے۔

سرجری جو پہلے نشتر اور اب لیزر سے ہوتی ہے حلق کے خلیوں کو ۸۰ سے ۸۵ فیصد تک درست کر دیتی ہے۔ یہ نہ صرف تکلیف دہ ہے بلکہ بعض دفعہ کئی مرتبہ سرجری کروانی پڑتی ہے۔

سرجری کرنے سے پہلے ایک سلیپ ٹسٹ (Slip Test) کرنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ جبس دم نیند کی صورت میں جراحی کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

صدیوں تک خراٹے لینے والوں کو تاکید! کروٹ سے لیٹنے کو کہا جاتا تھا۔ یہ سچ ہے کہ خراٹے کمر کے بل (چت) لیٹنے سے زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کشش ثقل کی وجہ سے منہ کھل جاتا ہے، زبان پیچھے کی طرف گر جاتی ہے، حلق بند ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ ہوا کا گزر بھی۔

اس عادت کو ختم کرنے کے لئے لوگ کمر سے گیندیں سی کر سوئے، لکڑیوں کو بستر پر پھیلا دیا تاکہ وہ چت نہ سونے پائیں لیکن نیند اور خراٹے ہر حالت میں آجاتے ہیں۔

دنیا کے بیشتر ممالک خصوصاً امریکہ میں سب سے زیادہ کامیاب اور سہل علاج سی پاپ (Continuous Positive Airway Pressure = Cpap) ہے یعنی متواتر مثبت ہوا کا دباؤ۔ یہ مشین بستر کے برابر رکھ دی جاتی ہے اور ماسک کے ذریعے مریض کے منہ تک ہوا بہم پہنچائی جاتی ہے۔ ہوا کا دباؤ اتنا رکھا جاتا ہے کہ مریض ماسک پہن کر سونے کا جلدی ہی عادی ہو جاتا ہے۔ تجربے سے معلوم ہوا ہے کہ وہ ماسک کے ساتھ اتنا پر سکون سوتا ہے کہ اس کہ اس کے لئے ماسک پہننا اور لحاف اوڑھ کر سونا برابر ہوتے ہیں۔ ایک رات کی مکمل نیند مریض کو ایک چاق چوبند پھرتیلا انسان بنا دیتی ہے۔

اس مشین کے علاوہ ایسے آلات بھی دستیاب ہیں جو نتھنوں کو کھلا رکھنے اور زبان کو پیچھے گرنے سے روکتے ہیں۔ یہ آلات نہ صرف ہوا کے گزرنے میں مدد دیتے ہیں بلکہ سانس لینے میں بھی پھیپھڑوں کے مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ کارآمد سی پاپ (CPAP) مشین ہے۔ اس کو لگا کر مریض چت یا کروٹ سے ہر صورت لیٹ سکتا ہے اور نہ صرف خود مریض کی بلکہ ساتھ سونے والوں کی نیند بھی پر سکون ہو جاتی ہے۔

●●●

نور جہاں طلعت

بچے کو کھانا کھلانے کی مشق

کھانا سبھی لوگ، کھاتے ہیں لیکن کھانے کے طریقے اپنی اپنی تہذیب کے مطابق ہوتے ہیں بچے بزرگوں کے کھانے کے طریقے سیکھتے ہیں جس طریقے سے والدین کھانا کھاتے ہیں بچے بھی وہی طریقے سیکھ جاتے ہیں۔ کھانے کے اقسام اور کھانے کی اوقات بھی مختلف ہوتے ہیں اور ان سب چیزوں کے بچے رفتہ رفتہ عادی ہو جاتے ہیں۔

ایک سال کے بچوں کے لئے کھانے کا مسئلہ زیادہ پیچیدہ نہیں ہوتا ان کو والدین اپنی مرضی کے مطابق جب چاہیں تب کھلا سکتے ہیں۔ لیکن جب بچے بڑے ہونے لگتے ہیں تب والدین کی مرضی زیادہ نہیں چل پاتی ہے بچے اپنی پسند سے کھانا کھاتے ہیں اور دن میں کئی کئی مرتبہ کھاتے ہیں۔

اکثر بچے بالکل بھوکے نہیں ہوتے ہیں لیکن جب کھانے کا نام سنتے ہیں یا کسی دوسرے بچے کو کھاتا دیکھ لیتے ہیں تو فوراً ان کو شدت سے بھوک لگ آتی ہے لیکن جب کھانا سامنے آتا ہے تو صرف دو ایک نوالے کھا کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ اس لئے کھانا دینے سے پہلے بچوں کی بھوک کا صحیح اندازہ کر لیں کیونکہ بار بار کھانا کھانے سے ایک تو ہاضمہ خراب ہونے کا اندیشہ رہتا ہے اور دوسرے یہ بدتہذیبی بھی ہے اس کے علاوہ ہر کھانا بچوں کو دیا نہیں جا سکتا ہے بعض کھانے بچوں کے لئے مضر ہوتے ہیں وقت پر کھانا کھانے کی عادت بچوں میں شروع ہی سے ڈالنا اچھا ہے اگر بچے وقت پر کھانے کے عادی ہوتے ہیں تو ان کو کھانا دیکھ کر بھوک نہیں لگتی اور نہ کسی کو کو کھاتے دیکھ کر کھانے کی خواہش ہوتی ہے کھانے کے معاملہ میں بعض بچے بڑے ضدی ہوتے ہیں جب کھانا دیا جاتا ہے تو نہیں کھاتے ہیں اور جب کھانے کے لئے منع کیا جاتا ہے تو کھانے کی ضد کرتے ہیں۔ اسی طرح کھانے کی قسموں کے لئے ضد کرتے ہیں کہ ہم فلاں چیز کھائیں گے یہ کھانا نہیں کھائیں گے ایسی ضد میں والدین کو بڑی پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ گھر میں حسب حیثیت کھانا پکتا ہے اگر کسی وقت بچے کی پسند کا کھانا نہ پک سکا تو بچے کو اتنی کوفت نہیں ہوتی ہے جتنی والدین کو ہوتی ہے اس لئے بچوں کو کسی خاص کھانے کا عادی نہیں بننے دینا چاہئے بچوں کو ہر طرح کے کھانے کا عادی بنائیں۔ اگر دال چاول روٹی وغیرہ ہو تو بچے خوشی سے کھا لیں اور اگر گوشت یا پلاؤ ہو تو اسے بھی کھائیں ایسا ہو کہ بچے گوشت کھانے کے عادی ہیں تو بغیر گوشت کے نوالہ نہیں اٹھتا ایسی صورت میں کبھی کبھی دوسرے کے گھر جا کر بڑی خفت اٹھانا پڑتی ہے اور میزبان کو بھی شرمندگی ہوتی ہے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ بچے کو کیا کھلا کر بہلائے یا اس کے والدین سے کس طرح معذرت کرے۔

والدین تو بعض اس قسم کے ہوتے ہیں کہ جب بچے گوشت یا کسی خاص قسم کی دال یا ترکاری وغیرہ کے لئے ضد کرتے ہیں یا روتے ہیں تو وہ فخر کرتے ہیں کہ ان کے بچے بڑا اچھا ذائقہ رکھتے ہیں یا ان کی پسند بڑی اچھی ہے اس پر خوش ہوتے ہیں اور بار بار اس کا ذکر کرتے ہیں ایسی باتیں سن کر بچے کبھی بدتمیزی کی حد تک ضد کرنے لگتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ بچوں کو کس طرح کھلایا جائے اس کا بھی ایک ڈھنگ ہوتا ہے بچوں کو خود کھانے کی عادت ڈالنا چاہئے۔ اس کے علاوہ بچوں کو اپنے سامنے بٹھا کر کھانا کھلائیں اور نوالے بنانے اور منہ تک لے جانے کا طریقہ بتائیں کیونکہ بچے خود سے نوالہ نہیں